اصلاح معاشرہ

سورۂ حجرات کی روشنی میں



مؤلف

حضرت علامہ محمد اصغر علی مصباحی

نائب صدر المدرسین دار العلوم مجاہد ملت



حسب فرمائش

حضرت علامہ محمد عاشق القادری عزیزی مصباحی

صدر ادارہ شرعیہ اڈیشا تلسی پور کٹک

ناشر

شعبۂ نشر واشاعت ادارہ شرعیہ اڈیشا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح معاشرہ

سورۂ حجرات کی روشنی میں

تصنیف

مولانا اصغر علی مصباحی

استاذ دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، بھدرک، اڑیسہ

نام کتاب: اصلاح معاشرہ سورۂ حجرات کی روشنی میں

مولف: مولانا اصغر علی مصباحی، استاذ دار العلوم مجاہد ملت دھام نگر شریف

نظر ثانی: مفتی محمد عثمان شمسی، استاذ دار العلوم مجاہد ملت دھام نگر شریف

سن اشاعت: ۲۰۲۱ء

صفحات: ۶۴ر

کمپوزنگ: الحبیب گرافکس 9853194167

****

زیر اهتمام

حضرت علامہ مفتی محسن رضا ثقافی، ادارہ شرعیہ اڈیشا
رابطہ نمبر: 9658133151

فہرست

عرض حال

قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب ﷺ پر نازل فرمائی اور اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے خلوت ہو یا جلوت انفرادی زندگی ہو یا اجتماعیت کی دونوں صورتوں میں اخلاق کو بلند رکھنے کی تاکید قرآن کرتا ہے اور ایک دوسرے کا ادب واحترام بجالانے کا حکم دیتا ہے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو کیوں کہ ایک انسان جب دوسرے کی دل آزاری کرتا ہے تو دوسرا بھی اس کے ساتھ نفرت کرتا ہے اور انتقام لینے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اس لیے قرآن ان تمام صورتوں کو ممنوع وناجائز قرار دیتا ہے جو کسی کی دل آزاری کا سبب بنیں جن چیزوں سے سب سے زیادہ دوسروں کو تکلیف پہونچتی ہے اور جن امور کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے معاشرہ میں فساد وتناؤ بڑھتا ہے ان میں غیبت، چغلی، بدگمانی، تجسس وغیرہ نمایاں طور پر ہیں۔ ان تمام امور کو قرآن کریم نے سورۂ حجرات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اگر مسلمان ان امور کا خیال رکھیں تو معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنا رہے، کبھی فساد وجھگڑا پیدا نہ ہو معاشرہ میں امن وسکون قائم رکھنے کے لیے ان امور سے ہر ایک کو باز رہنا ضروری ہے آج ہمارے معاشرے میں ہر آدمی ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے بے جا الزمات عائد کر کے اسے لوگوں میں رسوا کرنا چاہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں فساد ہونے لگتا ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ لپیٹ میں آجاتا ہے۔ زیر نظر رسالہ میں ان امور کو تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دور رہنا ایک صالح معاشرہ کے لئے ضروری ہے۔

میں ممنون ومشکور ہوں یادگار سلف حضرت علامہ مفتی عثمان شمسی صاحب استاذ دارالعلوم مجاہد ملت کا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس پر نظر ثانی فرمائی ہے۔ اللہ

تعالیٰ مفتی صاحب کے علم وعمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر ہم مولانا عاشق القادری مصباحی عزیزی اور مفتی محسن رضا ثقافی صاحبان کا شکریہ ادا نہ کریں جن کی خاص توجہ سے یہ رسالہ شائع ہوا ہے۔ مولانا عاشق القادری مصباحی عزیزی بڑے متحرک وفعال آل انڈیا تبلیغ سیرت کے خادم ہیں۔ اور مختلف تنظیموں کے بانی بھی ہیں۔ مولانا عاشق القادری کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تنظیمی وتعمیری صلاحیتوں سے خوب سرفراز فرمایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو دارین کی برکتوں سے مالامال فرمائے جنھوں نے اس رسالہ کو شائع کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

طالب دعا:
محمد اصغر علی مصباحی

شرف انتساب

قطب الاقطاب، حضرت سید محمد القاری البغدادی ثم المجہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

تاجدار اہلسنت، مجدد دین وملت، امام عشق ومحبت، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علامہ الحاج الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

و

آفتاب دنیاے سنیت، ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت، سلطان المناظرین، فاتح عرب وعجم، حضور مجاہد ملت علامہ الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری عباسی ہاشمی علیہ الرحمہ

و

جلالۃ العلم، استاذ العلما، پیکر عزیمت واستقامت، علامہ الحاج عبد العزیز علیہ الرحمہ المعروف بہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے نام جنہوں نے نہ جانے کتنے ویران دلوں کو عشق وعرفان کا مدینہ بنادیا۔

نیازمند

محمد اصغر علی مصباحی

دعائیہ کلمات

حضور حبیب ملت، علامہ الحاج سید غلام محمد حبیبی صاحب قبلہ
متولی وسجادہ نشیں، خانقاہ قادریہ رضویہ حبیبیہ، دھام نگر شریف، اڑیسہ

امت مسلمہ کا طرۂ امتیاز امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ بھلائی اور اچھائی کا حکم دینا جتنا ضروری ہے۔ گناہوں اور برائیوں سے لوگوں کو روکنا اس سے کہیں زیادہ ضروری اور لازمی ہے۔ وہ برائیاں جن کی شناعت وقباحت قرآن میں وارد ہے ان سے بچنا اور بھی زیادہ ضروری ہے ہر دور میں علمائے اہل سنت خرافات و بدعات کو مٹانے کے لیے کمر بستہ رہے اور ہر باطل فرقہ کی سر کوبی فرماتے رہے، انہیں کے نقوش قدم پر چلتے ہوے ہمارے دار العلوم مجاہد ملت کے اچھے مدرس، مولانا محمد اصغر علی مصباحی صاحب نے ''اصلاح معاشرہ سورۂ حجرات کی روشنی میں'' نامی کتاب ترتیب دی ہے۔ قیام دار العلوم کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہاں سے درس وتدریس، وعظ وتقریر اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی بھرپور خدمت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ کام یہاں ڈھنگ سے ہو رہا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں کے اساتذہ کو مزید خدمت دین کی توفیق بخشے، کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور مصنف کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلی الہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ التسلیم۔

فقیر سید غلام محمد حبیبی

تقریظ جلیل

حضرت علامہ محمد حنیف مصباحی حبیبی، شیخ الحدیث دار العلوم مجاہد ملت
دھام نگر شریف، بھدرک، اڑیسہ

دین اسلام، علم وفضل، فکر واعتقاد، تہذیب وتمدن اور شعور وآگہی غرض کہ ہر خیر وخوبی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بہتر وعمدہ، افضل واعلی اور بلند وبالا مذہب ہے، مگر اس میں شعوری یالاشعوری طور پر بہت سی بدعات وخرافات در آئی ہیں، جس طرح ایک باغ کے حسن ولطافت کے لیے خودرو پودوں کی بیج کنی ضروری ہے بالکل اسی طرح گلشن اسلام کی ہریالی اور شادابی کے لیے توہمات اور باطل نظریات کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنا ضروری ہے۔ تاہم یہ کام ہر کس وناکس اور ہر جمعراتی شبراتی کا نہیں بلکہ یہ منصب ان سلیقہ مند، ماہر اور فن کار باغبانوں کا ہے جو بڑی ہنر مندی اور فن کاری کے ساتھ زائد شاخوں اور ڈالیوں کو کاٹ کر حسن گلستاں میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کا پتہ غنچوں کو چٹکنے اور گلوں کو مسکرانے کا حسین موقع فراہم کرتا ہے اسی لیے تو کہا جاتا ہے۔

ع : نشتر جو لگاتا ہے وہ دشمن نہیں ہوتا

یہی حال علمائے کرام کا ہے جو درس وتدریس، وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعے اصلاح معاشرہ کا عظیم الشان فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اصغر علی مصباحی، دار العلوم مجاہد ملت کے ماہر مدرس اور جلسوں کے نکتہ سنج خطیب ہیں۔

اب معاشرہ کی اصلاح اور نئی نسل کو عظمت رفتہ کی یاد دہانی کے لیے ہاتھوں میں قلم لے لیا ہے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک مفید اور کارآمد کتابچہ بنام "اصلاح معاشرہ سورۂ حجرات کی روشنی میں" ترتیب دیا ہے امید ہے کہ اصلاح اعمال کے حوالے سے یہ کتاب اہم رول ادا کرے گی۔

دعا ہے کہ پروردگار عالم اس مختصر سے رسالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے، بھٹکے ہوؤں کو سوئے حرم گامزن کرے اور مولانا کو مزید خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وآلہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

کتاب اور صاحبِ کتاب

از : طفیل احمد مصباحی

دنیا کے تمام ادیان و مذاہب میں یہ امتیاز و اختصاص صرف مذہبِ اسلام کو حاصل ہے کہ اس کے جملہ افکار و نظریات اور تعلیمات و ہدایات فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس دینِ مہذب کی جملہ تعلیمات میں زندگی کے ہر شعبے کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اسلام نے لوگوں کی رہنمائی نہ کی ہو اور تسکینِ قلب و نظر کا سامان مہیا نہ کیا ہو۔ خواہ انفرادی زندگی کے مسائل ہوں یا اجتماعی زندگی کی دشواریاں، ہر مشکل کا حل اسلام کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات میں موجود ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور دینِ معاشرت بھی۔ یہ مذہبِ مہذب ایک ایسے صالح معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے، جس میں خیر و فلاح کا بول بالا ہو اور شر و فساد کا دور دور تک شا مغلطہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مقدس ایک معاشرہ ساز کتاب ہے، جس میں شخصیت سازی اور معاشرہ سازی کے ہمہ جہت اور آفاقی اصول و نظریات موجود ہیں۔ یوں تو اس کتابِ ہدایت میں جا بجا معاشرتی اخلاق و اقدار کے رہنما اصول وضع کیے گئے ہیں اور بڑے ہی موثر پیرائے میں اصلاحِ معاشرہ کے قیمتی نکات بیان کیے گئے ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ "سورۂ حجرات" میں چند ایک ایسے حساس اور دقیق معاشرتی قوانین کا تذکرہ ہوا ہے جو قیامت تک کے لیے تمام بنی نوعِ انساں کے لیے آئیڈیل اور خضرِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سورۂ حجرات کی روشنی میں اگر معاشرتی اصلاح کی کوشش کی جائے تو بہت ساری سماجی بیماریوں اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کسی بھی قوم یا معاشرے کی شیرازہ بندی کے لیے دو چیزیں نہایت ہی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ ایک ضابطۂ حیات اور دوسری ایسی صالح قیادت جو اس ضابطۂ حیات کا عملی نمونہ ہو۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کو قرآن کی

شکل میں ایک کامل اور بے نظیر ضابطۂ حیات نصیب ہوا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں اسوۂ کاملہ وحسنہ بھی انہیں پروردگار کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

جب کوئی دانا و بینا شخص قرآن مقدس کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرتا ہے تو اس کے سامنے در پردہ حقائق کھلنے لگتے ہیں اور اسرارِ حیات وکائنات اس پر منکشف ہونے لگتے ہیں، جس کے نتیجے میں اسے ہدایت وسعادت کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہوتی ہے اور وہ خدا کا محبوب ومقرب بندہ بن جاتا ہے۔ قرآن مقدس نے بنی نوعِ انساں کو زندگی گذارنے لیے جو فطری آئین اور انسانیت ساز دستور دیا ہے، وہ پوری دنیا کے لیے امن وسلامتی اور فلاح وترقی کا ضامن ہے۔ سورۂ حجرات جو صرف اٹھارہ آیتوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی سورہ ہے، وہ اپنے اندر بے پناہ حکمت وموعظت اور معاشرہ سازی کا رہنما اصول رکھتی ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر زندگی کو بندگی کے سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور سرفرازیوں سے ہمکنار ہوا جاسکتا ہے۔ اصلاحِ فکر واعتقاد کے علاوہ یہ سورت اخلاق واعمال کی تزئین کے لیے بھی خضرِ راہ ہے، جس میں عقیدہ واخلاق کی حیات بخش تعلیمات اور اصلاحِ مفاسد کے ساتھ انسانی حقائق اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ عقل سے پردے ہٹتے چلتے جاتے ہیں اور ایسے بلند آفاق سامنے آتے ہیں جن کی طرف انسانی عقل کی رسائی رہبری کے بغیر ممکن نہیں۔ اس میں دل کی غذا اور روح کی شفا کا ایسا سامان موجود ہے کہ اگر اس کو اختیار کر لیا جائے تو سکون واطمینان کی حقیقی دولت انسانی معاشرے کو نصیب ہوسکتی ہے، بس عمل شرط ہے۔

تاخیر کا موقع، نہ تذبذب کا محل ہے
یہ وقتِ عمل، وقتِ عمل، وقتِ عمل ہے

(استاذ مکرم، پیکرِ علم وحکمت حضرت علامہ محمد اصغر علی مصباحی حفظہ اللہ الباری وائس پرنسپل دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، ضلع بھدرک، اڈیشا) کے خامۂ زر

نگار نے زیرِ نظر کتاب" اصلاحِ معاشرہ : سورۂ حجرات کی روشنی میں" تالیف کر کے ایک بہت بڑا علمی کام انجام دیا ہے، جس کے لیے وہ پوری جماعتِ اہلِ سنت کے طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے، جس کے ورق ورق پہ اصلاحِ معاشرہ کے زریں نقوش ثبت ہیں اور قارئین کو دعوتِ فکر و عمل دیتے ہیں۔ سماج میں پھیلی عام برائیاں مثلاً : تمسخر، غیبت، چغلی، بدگمانی، جاسوسی، تہمت و الزام تراشی پر بڑے ناصحانہ انداز میں گفتگو کی گئی ہے اور ان مفاسد کی اصلاح کے طریقوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنفِ علام، استاذی الکریم حضرت علامہ محمد اصغر علی مصباحی دام ظلہ کی بلند قامت فکر و شخصیت کا راقم الحروف زمانۂ طالبِ علمی سے قائل ہے۔ آپ ایک جید عالمِ دین، ممتاز مدرس، بلند پایہ مفکر و مدبر، نکتہ رس خطیب اور اعلیٰ نثر نگار ہیں۔ درس نظامی میں شامل تمام فنون کی چھوٹی بڑی کتابیں بے تکلف اور بے ضغطۂ زبان کے پڑھاتے ہیں۔ زبردست قوتِ تفہیم کے مالک ہیں۔ دشوار ترین علمی و درسی مباحث بڑی آسانی کے ساتھ غبی سے غبی طلبہ کے ذہن و دماغ میں اتار دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ! گذشتہ چند سالوں سے شاعری بھی کر رہے ہیں۔ آپ کی تقدیسی شاعری اپنے اندر بڑی کشش اور جاذبیت رکھتی ہے۔ آپ ایک وسیع المطالعہ عالمِ دین ہیں۔ مطالعہ اور کتب بینی کے بے حد شوقین ہیں۔ کوئی بھی کتاب ہو، جب اس کا مطالعہ شروع کرتے ہیں تو ختم کیے بغیر نہیں رہتے۔ راقم الحروف نے مطالعہ اور کتب بینی کا شوق آپ ہی سے حاصل کیا ہے۔ حسنِ اخلاق، خوبیٔ کردار، قوتِ حافظہ، وسعتِ مطالعہ، نظم و ضبط کی پاسداری اور اوقات کی پابندی بھی آپ کی اعلیٰ فکر و شخصیت کی نمایاں ترین اوصاف ہیں۔

حضرت استاذِ محترم 1977ء کو پیدا ہوئے۔ آبائی وطن بندوا، ضلع اورنگ آباد، بہار ہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج، بہار میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ازہر ہند جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی میں

داخلہ لیا اور 1998ء میں اسی ادارے سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد ایک سال تک (1999ء) جامعہ عربیہ، مرزا پور، یوپی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں اڈیشہ کی مشہور مرکزی درس گاہ دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، ضلع بھدرک تشریف لائے اور سن 2000ء سے اب تک (2021ء) ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے پوری دل جمعی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔

حضور امامِ ملت حضرت علامہ مفتی سید اصغر امام قادری دامت برکاتہم العالیہ، امجھر شریف، بہار سے شرفِ بیعت و ارادت رکھتے ہیں اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے طالب ہیں۔ جب کہ اپنے پیر و مرشد حضور امام ملت کے علاوہ حضور حبیب ملت حضرت علامہ سید غلام محمد حبیبی دامت برکاتہم القدسیہ (سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ دھام نگر شریف، بھدرک، اڈیشا)، حضور قاری مقبول صاحب قبلہ، الٰہ آباد، حضور منانی میاں، بریلی شریف و حضور سلمان رضا خان صاحب قبلہ، بریلی شریف سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکتیں عطا فرمائے اور جماعتِ اہلِ سنت پر آپ کا سایۂ عاطفت تادیر قائم و باقی رکھے آمین۔

اصلاح معاشرہ سورہ حجرات کی روشنی میں

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاے کرام اور رسولان عظام کو مبعوث فرماتا رہا اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی سید انس و جاں، تاجدار کون و مکاں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دعوی نبوت سچا ثابت کرنے کے لیے کچھ مخصوص نشانیاں عطا فرمائی تھیں، ان کو دیکھ لینے کے بعد نبی کی دعوت کو ٹھکرانے کی کوئی معقول وجہ باقی نہ رہ جاتی تھی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جو نشانیاں عطا فرمائی تھیں ان کا تعلق براہ راست اسی میدان سے تھا جس میں اس قوم کو کمال حاصل تھا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فن جادوگری اپنے عروج پر تھا اسی لیے فرعون کو یقین تھا کہ اس ملک کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جادو کو توڑ کر اس کے تخت کے لیے اس عظیم خطرہ کو ٹال دیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ویسا ہی معجزہ عطا فرمایا جس کی بنا پر جادوگروں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جادو کی دھجیاں بکھرتی دیکھیں تو انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہو گیا اور اسی یقین سے انہوں نے نعرۂ حق بلند کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فن طبابت کا غلغلہ تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ نشانیاں عطا فرمائیں کہ ماہرین طب کو اس بات میں ذرا بھی شبہ نہ رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ کر رہے ہیں یہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔

مختصر یہ ہے کہ تمام انبیاے کرام اپنی مخصوص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے اس لیے ان کو جو نشانیاں اور معجزات عطا کیے گئے ان کا تعلق بھی انہی میدانوں سے تھا جن میں ان کی قوموں کو کمال حاصل تھا، اس کے برعکس حضور ﷺ قیامت تک ساری قوموں کے لیے نبی بن کر تشریف لائے ، لہذا کسی ایسی نشانی کی ضرورت تھی جو ہر زمانے کے انسانوں کو یقین دلا سکے کہ جو کام آپ کے دست اقدس پر ظاہر ہوا ہے وہ کسی انسان کا کام نہیں ہو سکتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی نشانی عطا فرمائی جو قیامت

تک اپنی عظمت کے جھنڈے کو عرش کی بلندیوں پر لہراتی رہے گی اور وہ نشانی قرآن کریم ہے اور قرآن کریم حضور اکرم ﷺ علمی معجزہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو علمی معجزہ اس لیے عطا فرمایا کہ اللہ علیم وخبیر ہے وہ جانتا ہے کہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا، نئی نئی چیزوں کا انکشاف لوگ کرتے جائیں گے اور اپنے علم وہنر پر فخر کریں گے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کی شکل میں علمی معجزہ عطا فرما کر لوگوں کے ذہن وفکر کو جھنجھوڑا کہ اے لوگو! جس کی حقیقت وماہیت تک تمہاری رسائی آج ہوئی ہے میرا پیغمبر وہاں تک بہت پہلے پہنچ چکا ہے۔

یوں تو مکمل قرآن منبع رشد وہدایت ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے، لیکن بعض سورتوں میں مخصوص واقعات وقصص اور ہدایات کی طرف رہنمائی کی گئی۔ قرآن کریم کی ۱۱۴ سورتیں ہیں جن میں ایک سورہ کا نام سورۂ ''حجرات'' ہے، اس سورہ میں سب سے پہلے بارگاہ رسول کے آداب بتائے گئے ہیں۔ یہی وہ بارگاہ ہے جس کے آداب بجالانے کا طریقہ خالق اکبر بیان فرمارہا ہے ورنہ دنیا میں جتنے بادشاہوں کے دربار ہیں ہر دربار کا ادب اور قانون خود بادشاہ اور اس کے مشیر کار تیار کرتے ہیں۔ یہ بارگاہ رسول کی عظمت وشان ہے کہ اس کے اصول وقوانین اللہ تبارک وتعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بارگاہ رسول کے اصول وضوابط بیان کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ میں خاص کر ان چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا پاس ولحاظ نہ کرنے کی وجہ سے معاشرہ میں لوگوں کے درمیان اختلاف وانتشار پیدا ہوجاتا ہے اور پھر باہم جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ تباہی وبربادی کے قریب پہنچ جاتا ہے مثلاً پورے معاشرے میں بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی آدمی کسی چیز کے بارے میں خبر دے تو اس کی خبر پر بھروسہ کر کے کوئی فیصلہ لے لیتے ہیں اور بسا اوقات وہ فیصلہ غلط ہوتا ہے جس کی وجہ سے انہیں خود ندامت اٹھانی پڑتی ہے اور اس غلط فیصلے کی بنیاد پر جس کو سزا دی جاتی ہے تو وہ بھی ان کا مخالف ہوجاتا ہے

پھران سے بدلہ لینا چاہتا ہے اور ہمیشہ انتقام لینے کے خیال میں ان کا تعاقب کرتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے کے تعلق سے نفرت وعداوت کی چنگاری جنم لینے لگتی ہے اور وہی چنگاری کچھ دنوں میں شعلہ بن کر معاشرے کو خاکستر کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے اس سورہ میں ایک اصول بیان فرمایا ہے" **یا ایھا الذین آمنو ان جاء کم فاسق بنباء فتبینو اان تصیبوا قوما بجھا لة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین**"۔(سورہ حجرات، آیت ۵)

ترجمہ :اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

شان نزول:

مذکورہ بالا آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے صاحب تفسیر روح البیان حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط جسے حضرت عثمان نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے بعد کوفہ کا حاکم بنایا اس نے صبح کی نماز بحالت نشہ چار رکعت پڑھا دی، کہا چاہو تو اس سے اور زیادہ کروں اسے حضرت عثمان نے معزول کر دیا اس کو حضور ﷺ نے بنی المصطلق کے یہاں صدقات وزکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا جب وہ ان لوگوں کے قریب پہنچا تو وہ اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اس نے سمجھا کہ شاید وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آرہے ہیں ڈر سے بھاگ کر رسول خدا ﷺ کو کہا کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اور زکات کی ادائیگی کے منکر ہیں، بلکہ وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے حضور نبی پاک ﷺ نے ان لوگوں سے جنگ کا خیال فرمایا تو یہی آیت نازل ہوئی۔(تفسیر روح البیان، جلد ۳،ص ۳۹۴)

سورہ حجرات کی اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ اگر کوئی تمہارے پاس کسی چیز کے بارے میں خبر دے تو صرف اس کی خبر کی بنیاد پر فیصلہ مت لو

بلکہ اس خبر کی تحقیق کروتا کہ کوئی غلط فیصلہ نہ ہوجائے۔جس کی بنا پر خود شرمندگی ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے جس طرح قرآن پاک میں بلا تحقیق بات پر عمل کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔حدیث رسول میں بھی اس کی ممانعت ہے کیوں کہ انسان کسی کے بارے میں سنی سنائی بات پر جب عمل کرلیتا ہے اور اس سے بدگمان ہوجاتا ہے، تو باہم نزاع واختلاف کا دروازہ کھل جاتا ہے حالاں کہ بعض دفعہ شیطان انسانی شکل میں آکر آپس میں نااتفاقی ،لڑائی ،جھگڑا کرانے کے لیے کسی کے بارے میں کوئی بات جھوٹ کہہ دیتا ہے اور جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے اس کو خبر بھی نہیں ہوتی وہ اس سے بالکل بری ہوتا ہے۔حدیث پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیَاتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُھُمَ الْحَدِیْثَ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ فِیْھِمْ سَمِعْتُ رَجُلاً اَعْرِفُ وَ جْھَہٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اسْمُہٗ یُحَدِّثُ ۔(مشکوٰۃ شریف ، ص ۴۱۳)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"شیطان انسانی شکل اختیار کر کے کسی قوم میں آتا ہے اور کسی کے متعلق کوئی جھوٹی بات بیان کرتا ہے، پھر ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں، پس ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ ایک شخص جس کو صورت سے پہچانتا ہوں، مگر اس کا نام نہیں جانتا میں نے اس کو ایسا ویسا کہتے سنا ہے"۔

سورہ حجرات کی اس آیت کریمہ میں ایک ایسا اصول وضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر اس اصول پر خاص کر اہل منصب عمل پیرا ہوجائیں تو ماتحتوں کے اختلافات و انتشار سے معاشرہ پاک رہے گا مثلاً کوئی آدمی امام ہے یا کسی مدرسہ کا مدرس ہے یا کسی کارخانہ کا ملازم ہے، یہ حضرات متولی، ناظم اور مالک کے ماتحت ہوتے ہیں، آئے دن مدرسین وائمہ اور ملازمین کے تعلق سے آپسی اختلافات کی بنیاد پر ان کی

شکایت کوئی کر دیتا ہے تو صاحب منصب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ خود اپنے طور پر اس خبر کی تحقیق کرے اور سیاق وسباق سے پتہ لگائے کہ کہیں یہ آدمی دشمنی اور عداوت کی بنیاد پر تو اس کی شکایت نہیں کر رہا ہے اگر اس خبر کی تحقیق نہ کر کے صرف کسی کے کہنے پر اپنے ماتحت کو معزول کر دینے کا فیصلہ لیتا ہے تو اس کا معزول کردہ اس سے انتقام لینے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہے گا جس کی وجہ سے معاشرہ میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہوگا، لہذا معاشرہ کو اختلافات اور انتشار سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ہر خبر کی تحقیق ہو پھر کوئی فیصلہ لیا جائے اور صاحب معاملہ اگر موجود ہو تو اس کو بھی موقع دیا جائے اور اس سے باز پرس ہو کہ کیا واقعی تم نے ایسا کہا ہے یا کیا ہے اگر وہ اقرار کرتا ہے تو وہ مناسب سزا کا مستحق ہوگا اور اگر وہ براءت کا اظہار کرتا ہے اور قرائن وشواہد سے بھی اس کا جرم ثابت نہیں ہوتا تو صرف کسی کے کہنے پر اسے لائق سزا گردانا فتنہ و فساد کا باعث ہوگا۔ اسی لیے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ''وہ جب تک کسی کی خوبی وکمال پہ یقین نہیں ہوجاتا اسے کوئی عہدہ یا منصب یا ملازمت نہیں دی جاتی تو جب تک اس کے جرم پہ یقین کامل نہ ہوجائے اسے معزول بھی نہیں کرنا چاہیے''۔

سورہ حجرات میں بالتفصیل ان چیزوں کا بیان ہے جو معاشرہ میں اختلاف و انتشار کی باعث بنتی ہیں انہی میں یہ چیزیں بھی ہیں : مذاق، بدگمانی، تجسس، غیبت، قومی عصبیت، علاقائی عصبیت، طعن وتشنیع، برے نام سے پکارنا، ہر بات پر یقین کر لینا، فتنہ وفساد اور اختلاف وانتشار کا سبب بننے والی کچھ چیزیں قدرے تفصیل کے ساتھ ذیل میں بیان کی جارہی ہیں۔ کیوں کہ یہ سب چیزیں نزاع باہمی کا سبب ہیں اور نزاع باہمی ممنوع ہے، نزاع باہمی کی وجہ سے انسان ممنوعات ومحرمات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

افواہ پھیلانا:

عموماً زبان کی بے احتیاطی کی وجہ سے اختلاف ونزاع پیدا ہوتا ہے اگر زبان کی حفاظت کی جائے اور بے موقع اس کو استعمال نہ کریں تو اختلاف ونزاع کی بھی

نوبت نہ آئے ہر سنی ہوئی بات کو آگے پھیلا دینا افواہ ہے اور کسی شخص کے بارے میں کوئی بات بغیر تحقیق کے کہہ دینا یہ اتنی بڑی وبا ہے جس سے پورے معاشرے میں بگاڑ اور فساد پھیلتا ہے، باہمی تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں، عداوتیں بڑھتی ہیں ایک حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِباً اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ'' (مشکوۃ شریف، ص ۲۸)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو آگے بیان کرنا شروع کر دے۔ آج پورا معاشرہ اس گناہ کے اندر ڈوبا ہوا ہے ایک شخص کی بات آگے بیان کرنے میں کوئی احتیاط نہیں برتی جاتی بلکہ اور نمک مرچ لگا کر آگے بڑھادی جاتی ہے اور معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں لڑائیاں، قتل و غارت گری، تبرّ ابازی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جہاں اس سورہ میں ان امور کے ارتکاب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جو باہمی نزاع کا سبب ہیں وہیں اگر آپسی اختلاف بڑھ جائے تو اس کے دفع کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہیں ''و ان طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِی حَتّٰی تَفِیْءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ''

ترجمہ ومفہوم : اگر مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان لڑائی ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اُن دونوں کے درمیان صلح کرائیں یعنی اگر دو مسلمان آپس میں ٹکرا جائیں یا مسلمانوں کی جماعت باہم ایک دوسرے سے جھگڑ پڑے تو دوسرے مسلمانوں کو یہ حکم ہے دیا جا رہا ہے کہ تم تماشائی بن کر دیکھتے مت رہو یا اس لڑائی کو بڑھاوا دینے کے لیے ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی بات ادھر مت کرو بلکہ تمہاری پہلی کوشش یہ ہو کہ جوں ہی دو مسلمان یا مسلمانوں کی جماعت میں جھگڑا ہو تو فوراً ان دونوں کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کرو تا کہ یہ جھگڑا آگے چل کر

بڑا فتنہ نہ اختیار کرلے لیکن آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ جھگڑا مٹانے اور لڑائی ختم کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور لڑائی کی آگ لگانے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دو جماعتوں کے درمیان اختلاف ہوجارہا ہے وہ اختلاف کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا جارہا ہے جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ، پوری ملت اسلامیہ تباہی کے دہانے پہ کھڑی ہے جس کا مشاہدہ ہر ذی شعور کررہا ہے۔

آج جھگڑا ختم کرنے میں لوگ اپنی توہین سمجھتے ہیں اس لیے خواہ کتنا ہی دنیوی واخروی نقصان ہوجائے جھگڑا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ گھر کے گھر، قبیلہ کے قبیلہ اس ضد کی وجہ سے تباہ ہوجاتے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ بندۂ مومن جو جھگڑا ترک کردیا کرے کہ دنیا میں بھی اس کے وبال سے بچنے اور جنت کے اعلیٰ محل کا انعام حاصل کرے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ' قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ تَرَکَ الْکِذْبَ وَ ھُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَہٗ فِی اَرْضِ الْجَنَّۃِ وَ مَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ وَ ھُوَ مُحِقٌ بُنِیَ لَہٗ فِی وَسَطِ الْجَنَّۃِ وَ مَنْ حَسَّنَ خلقہ بُنِیَ لَہٗ فِی اَعْلَاھَا'' (مشکوٰۃ شریف، ص ۴۱۲)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو ترک کرے حالاں کہ وہ باطل ہی ہوتا ہے اس کے لیے جنت کے ابتدائی حصے میں مکان بنا دیا جاتا ہے اور جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کر دے اس کے لیے جنت کے درمیانی حصے میں مکان بنا دیا جاتا ہے اور جو شخص حسن اخلاق اختیار کرے اس کے لیے جنت کے اعلیٰ حصے میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آگے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کہنے سننے سے لڑائی بند نہ ہو اور صلح ومصالحت کی کوئی سبیل نظر نہ آئے تو پھر اس وقت یہ دیکھو کہ ان میں سے کون ظالم ہے اور کون مظلوم ہے، کون زیادتی کررہا ہے اور کون زیادتی کا شکار ہے اگر تمہارے سامنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فلاں زیادتی کررہا ہے اور ظلم و

ستم کا پہاڑ ڈھا رہا ہے تو ایسی صورت میں تمہارا فرض ہے کہ تم مظلوم کا ساتھ دو اور ظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرو۔

اگر قرآن کریم کا یہ اصول و ضابطہ مسلمان اپنا لیں اور اپنی زندگی میں اس ضابطے پر عمل پیرا ہو جائیں تو پورا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا مگر آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون حق پر نہیں ہے، کون ظالم ہے اور کون مظلوم ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کون ہمارا ہے، ہمارے وطن کا ہے، ہماری جماعت سے تعلق رکھتا ہے جس کی وجہ سے آئے دن معاشرہ میں اختلاف بڑھتا جا رہا ہے حالاں کہ یہ تصور زمانہ جاہلیت کا تصور ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے آج اس تصور کو اپنے پاؤں کے نیچے روند دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہاری کوشش سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے یعنی تمہاری بات مان کر ظلم کرنا ترک کر دے تو اس صورت میں دونوں فریقوں کے درمیان انصاف کے ساتھ مصالحت کرا دو اس لیے کہ جب دو گروہوں کے درمیان تصادم ہوتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہو جاتے ہیں جب کہ یہ بات طے ہے کہ ان میں سے ایک حق پر ہوتا ہے اور دوسرا حق پر نہیں ہوتا لیکن لڑائی کے وقت دونوں کی طرف سے کچھ نہ کچھ زیادتیاں ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ماحول بگڑ جاتا ہے۔ اس سورہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک اور بڑا اصول بیان فرمایا کہ ''انما المومنون اخوۃ'' سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اس آیت کریمہ میں یہ اصول بتایا گیا کہ اسلام میں جو اخوت اور بھائی چارگی ہے وہ درحقیقت ایمان اور عقیدے کی بنیاد پر ہے رنگ ونسل، وطن وقبیلہ اور برادری پر نہیں۔

مسلمان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑنا چاہیے:

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے سارے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار

دیا تو اس اصول کا نتیجہ خود حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ ''اِنَّ الْمُسْلِمَ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَ لَا یُسْلِمُہٗ'' (مشکوۃ شریف) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کرے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑے اور یہ محض اخلاقی ہدایت نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ حق کا ساتھ دینے کا حکم اسی وقت ہے جب حق واضح ہو لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حق واضح نہیں ہوتا مثلاً دو گروہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں اور پتہ نہیں چل رہا ہے کہ حق پر کون ہے اور غلط کون ہے تو ایسے وقت کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''فَاعْتَزِلْ ھٰذِہِ الْفِرَقَ کُلَّھَا'' تم اس وقت ان سب سے کنارہ کشی اختیار کرلو اور کسی کا ساتھ نہ دو، نہ کسی کی حمایت کرو، نہ مخالفت بس خاموشی سے کام لو کیوں کہ نجات خاموشی اور سکوت میں ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے :(مَنْ صَمَتَ نَجَا) جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

انجام ظلم:

ظلم سے دنیا میں تو بربادی آتی ہی رہتی ہے، آخرت میں اس کا انجام اور زیادہ خطرناک ہے۔ ظلم کرنے والوں کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا تھا اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ ظالم پر ڈال دیے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : جس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو اس کی آبروریزی وغیرہ یا اور کچھ تو وہ اس کو اس سے آج حلال کرالے اس سے قبل کہ دینار ہو گا نہ درہم اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بقدر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر نیک اعمال نہیں ہوں گے تو مظلوم کی برائیاں لے کر ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ (مشکوۃ شریف، ص ۴۳۵)

بعض لوگ خود تو ظلم نہیں کرتے مگر ظالموں کی مدد کرتے ہیں جس سے ظلم کو

تقویت ہوتی ہے حالاں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظلم ہے ایسے لوگوں کے لیے حدیث شریف میں آیا ہے : ”عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ مَشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِیُقَوِّیَہٗ وَ ھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ“ (مشکوۃ شریف، ۴۳۵)

ترجمہ : حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرمارہے تھے : جو شخص ظالم کے ساتھ اس کی مدد کے لیے چلتا ہے، حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے یقیناً وہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔
اس حدیث پاک سے یہ واضح ہو گیا کہ جس طرح ظلم حرام ہے اسی طرح ظالم کی مدد کو ناجائز نہ سمجھنا اور حرام کو حرام نہ جاننا بلکہ حلال اعتقاد کرنے سے اسلام جاتا رہتا ہے۔

مظلوم کی بددعا:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِیَّاکَ وَ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا یَسْأَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّہٗ۔ (مشکوۃ شریف، ص ۴۳۵)

ترجمہ : حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو، بے شک وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے حق کا سوال کرتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی حق والے کا حق نہیں روکتا۔

دوسری حدیث پاک میں ہے کہ مظلوم کی بددعا اور عرش الٰہی کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا، اس لیے اس سے ضرور بچنا چاہیئے اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ سارے مسلمانوں کو اپنا بھائی تصور کرے اور کسی پر ظلم ہی نہ کرے اور اگر اتفاق سے ہو جائے تو فوراً معافی تلافی کر لی جائے وہ بھی اس طرح کہ اس کا حق ادا کر دیا جائے تاکہ اس کا دل صاف ہو جائے، محض رسمی معافی کافی نہیں۔ اگر ظالم کو ظلم کو کرنے کے بعد ندامت ہو گئی اور ظلم سے باز آگیا اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ ظلم نہیں کریگا اور طالب

معافی ہے تو مظلوم کو چاہیے کہ وہ معاف کر دے کیوں کہ معاف کرنے سے اس کا درجہ رب تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بلند ہو جائے گا اور معاف نہ کرنے کی صورت میں خطاوار ٹھہرے گا۔

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ قال موسیٰ بن عمران علیه السلام یا رب من اعز عبادک عندک قال من اذا قدر غفر"
(مشکوٰۃ شریف، ص ۴۳۴)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون لوگ ہیں فرمایا جو قدرت ہوتے ہوئے معاف کر دیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی سے عذر خواہی کرے اور وہ اس کا عذر قبول نہ کرے اس پر ناحق ٹیکس وصول کرنے والے کے مثل گناہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف)

مذاق اڑانا اور برے القاب سے پکارنا:

مذاق اڑانے یا کسی کو برے القاب سے یاد کرنے سے بھی آئے دن معاشرہ میں فساد برپا ہوتا رہتا ہے۔ اس سورہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکون خیرا منھم و لا نساء من نساء عسی ان یکون خیراً منھن و لا تلمزوا انفسکم و لا تنابذوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فاولئک ھم الظالمون

ترجمہ :اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، ایمان لے آنے کے بعد کسی کا برا

نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کرے تو یہی لوگ ظالم ہیں۔

سورہ حجرات کی اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو تین کاموں سے منع فرمایا ہے۔(۱) کسی کا مذاق اڑانا (۲) طعنہ زنی کرنا (۳) کسی کو برے نام سے پکارنا اور آخر میں فرمایا کہ اگر تم ان کاموں سے توبہ نہیں کرو گے تو تمہارا حشر ظالموں کے ساتھ ہوگا۔ دوسرے کے ساتھ ایسا تمسخر آمیز سلوک کرنا جس سے دوسرے کو اپنی تحقیر محسوس ہو یہ بڑا سخت گناہ ہے۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ انسان جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اپنی تذلیل وتحقیر محسوس کرتا ہے اور آپس میں رنجش بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے دونوں کے درمیان کا خوشگوار تعلق ختم ہو جاتا ہے اور جب کبھی انسان کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو اس کے دو عوامل ہوتے ہیں۔ (۱) انسان اپنے کو دوسرے سے اونچا سمجھتا ہے، دوسرے سے بڑا اور افضل سمجھتا ہے، اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو کمتر جاننا خود بڑا گناہ ہے کیوں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کیوں کہ تکبر بہت ساری برائیوں، اخلاق رذیلہ، امراض باطنی کی اصل اور جڑ ہے۔

تکبر کے بارے میں حدیث پاک میں ہے ''عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ وَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اور نہ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو۔

''عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ وَ ھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَا اَیُّھَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ

نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَ فِی اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرٌ وَ مَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِی اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَ فِی نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ ۔۔۔ لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْخِنْزِیْرٍ'' (مشکوٰۃ شریف، ۴۳۴)

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر ارشاد فرمایا لوگو! تواضع اختیار کرو، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے سنا کہ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے تو وہ اپنی نظروں میں چھوٹا ہو جاتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں بڑا اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مرتبے کو کم کر دیتا ہے تو لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے اور اپنی نظروں میں بڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

خود پسندی ایسی بری چیز ہے جو انسانی نیک بختی اور بشری سعادت کے لیے زہر قاتل ہے لوگوں کی نظروں میں تکبر اور خود پسندی جتنی مذموم صفت ہے کوئی بھی اخلاقی برائی شاید اتنی ناپسندیدہ نہیں ہے۔ خود پسندی وغرور محبت والفت کے رشتہ کو ختم کر دیتا ہے، تکبر، یگانگت اور اتحاد کو دشمنی سے بدل دیتا ہے اور انسان کے لیے عمومی نفرت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ جتنا دوسروں سے احترام و محبت کا اپنے لیے خواہشمند ہو اتنا ہی دوسروں کی حیثیت وعزت اور وقار کا خیال کرے۔ معاشرہ میں ہر شخص کے حدود متعیّن ہیں اور ہر شخص اپنی لیاقت کے اعتبار سے لوگوں کی محبت واحترام کو حاصل کرتا ہے لیکن جو شخص چہار دیواری میں محصور ہوتا ہے اور غرور و تکبر اس کے مکان کو گھیر لیتا ہے تو وہ صرف اپنی خواہشات کو پیش نظر رکھتا ہے اور دوسروں کے حقوق کا بالکل لحاظ نہیں کرتا اور وہ سب کا مذاق اڑانا اور برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں شدید اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ مذاق اڑانے کا دوسرا سبب دوسروں کو حقیر اور کمزور جاننا ہوتا ہے۔ جب انسان دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے تو اس کا خیال نہیں کرتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں خود کو بڑا

جاننا اور دوسرے کو کمتر سمجھنا یہ دونوں حرام ہیں۔ جب انسان دوسرے کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے تو اپنے پاس اس کا بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتا، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو خود پسندی اور تکبر پسند نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ احادیث سے آپ نے اندازہ کیا۔

حکایت : بنی اسرائیل میں ایک نیکوکار انسان تھا اور دوسرا گنہگار تھا۔ دونوں ایک راستے میں شریک سفر تھے، گنہگار نے دیکھا کہ جہاں اللہ کا نیک بندہ بیٹھا ہے بادل نے سایہ کر دیا اور گنہگار کے سر پر سخت دھوپ ہے۔ گنہگار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ چلو اللہ کے نیک بندے کے پاس جا کر بیٹھ جائیں تا کہ اس کا سایہ ہمارے سر پر بھی رہے اور مجھے آرام میسر ہو، گنہگار اس خیال سے نیکوکار کے پاس جا کر بیٹھ گیا ادھر نیکوکار کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو گنہگار ہے اللہ کا نافرمان ہے، میں اس سے افضل اور بہتر ہوں یہ ہمارے پاس بیٹھنے کے لائق نہیں ہے یہ سوچ کر وہ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھا لیکن اب بادل کا سایہ گنہگار کے سر پر رہا اور وہ عابد سخت دھوپ میں رہا، اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو فرمایا کہ دونوں کو اپنے اعمال کا محاسبہ از سر نو کرنے کا حکم دو گنہگار کی اچھی نیت اور عابد کے غرور کی وجہ سے ایسا ہوا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۴۳۸)

اس حکایت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ غرور وتکبر رب تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اسی غرور نے ابلیس کو راندۂ بارگاہ کر دیا، لہٰذا ہر انسان کو غرور وتکبر سے بچنا چاہیے اور تواضع سے کام لینا چاہیے چوں کہ فرمان مصطفی ہے "من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ" جو جھکتا ہے اللہ اسے بلند فرماتا ہے۔ جب کسی کو حقیر سمجھنے کی گنجائش نہیں ہے تو مذاق اڑانے کی بھی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ اس سے جھگڑا فساد برپا ہوتا ہے ہاں کسی سے ایسا مذاق کرنا جس سے اس کی دل شکنی نہ ہو اور نہ ہی اس کی تحقیر وتذلیل ہو بلکہ دل خوش کرنا مقصود ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا مذاق خود آقائے دو عالم ﷺ سے ثابت ہے۔

بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی:

حدیث پاک میں ہے کہ ایک ضعیفہ خاتون حاضر بارگاہ رسالت ہو کر عرض گزار ہوتی ہیں یارسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا فرمائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی زبان رسالت مآب ﷺ سے یہ جملہ سنتے ہی ضعیفہ خاتون کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ رحمت والے نبی نے پوچھا اے ضعیفہ کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ ابھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی اور میں ضعیفہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ضعیفہ تو بوڑھی ہونے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی یہ مژدہ سنتے ہی اس خاتون کے لبوں پر تبسم آگیا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب المزاح) یہ بھی ایک مذاق ہے جس سے اس خاتون کی دل شکنی نہیں ہوئی نہ اس میں کوئی جھوٹ کا پہلو ہے تو ایسا مذاق جائز ہے۔

ہر اونٹ کسی کا بچہ ہوگا:

روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے پاس سواری کے لیے کوئی اونٹ نہیں ہے کوئی اونٹ عطا فرمادیں جس پر میں سواری کرسکوں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ایک اونٹ کا بچہ دیں گے وہ شخص عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا مجھے تو سواری کے لائق اونٹ چاہیے آپ نے فرمایا جو اونٹ میں تمہیں دوں گا وہ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب المزاح)(۲)

ان دونوں واقعے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس مذاق سے منع کیا گیا ہے اس سے وہ مذاق مراد ہے جس سے کسی کے دل کو ٹھیس پہنچے اور جس مذاق میں نہ جھوٹ ہو نہ کسی کی دل شکنی ہو بلکہ تھوڑی دیر کے لیے خوش طبعی ہو جائے تو ایسا مذاق منع نہیں ہے اوپر پیش کردہ آیت کریمہ میں مرد و عورت دونوں کو تنبیہ کی گئی کہ کوئی کسی کا مذاق نہ

اڑائے کیوں کہ جب مذاق زیادہ بڑھ جاتا ہے تو معاملہ گالی گلوج مار پیٹ تک پہنچ جاتا ہے اور ایک خوشگوار ماحول میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات میں اس سے منع فرمایا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ جسے تم اپنے اعتبار سے ذلیل و حقیر سمجھ کر اس کا مذاق اڑا رہے ہو کیا معلوم کہ اس کا رتبہ اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ ہو۔

طعنہ زنی کرنا:

آپسی رنجس اور جھگڑے کا سبب طعنہ زنی کرنا بھی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ میں ارشاد فرمایا "**ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب**" تم ایک دوسرے کو طعنہ مت دیا کرو اور نہ برے ناموں سے پکارو۔

علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "**لا تلمزوا انفسکم**" کا یہ معنی نقل کیا ہے کہ تم میں سے بعض بعض پر طعنہ زنی نہ کریں۔ (تفسیر درمنثور، جلد ہشتم، ص ۱۷۳)

"**لا تنابزو ابالالقاب**" کے بارے میں امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی برا عمل کرتا ہو پھر وہ اس سے توبہ کر لے اور حق کی طرف لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی اس کو اس کے گذشتہ عمل کے سبب عار دلائے۔ (تفسیر درمنثور، جلد ۶، ص ۱۷۳)

حدیث : حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔ (مشکوۃ شریف، ص ۴۱۱)

گالی کسے کہتے ہیں:

غصے کی حالت میں یا بغیر غصے کے کسی کو ایسی نامناسب بات کہہ دینا جسے کوئی معقول آدمی پسند نہ کرے چاہے اس کی طرف برے اقوال یا افعال منسوب کیے

جائیں یا اس کو جانوروں سے تشبیہ دی جائے یا اس کے والدین یا قریبی لوگوں کو برا بھلا کہا جائے یہ سب گالی کے زمرے میں آتے ہیں۔

حدیث شریف : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : دو لڑائی کرنے والے جب گالی گلوج کرتے ہیں تو اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہوتا ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دو آدمی لڑتے ہوئے جب گالی گلوج لعن طعن شروع کر دیں تو جس آدمی نے اس برے فعل کی ابتدا کی ہو گناہ اسی پر ہوتا ہے مگر یہ اس وقت ہے جب تک سننے والا حد سے تجاوز نہ کرے اور اگر وہ بھی جواباً گالیاں دینا شروع کر دے اور حد سے بڑھے تو جتنی زیادتی کرے گا اس کا گناہ اس پر ہوگا۔

حدیث : **عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی (مشکوۃ شریف)**

ترجمہ : حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا مومن نہ طعنہ زنی کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت بھیجنے والا نہ بے ہودہ بکنے والا نہ بے حیائی کی گفتگو کرنے والا۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں تاکید کی گئی ہے کہ تم ایک دوسرے کو طعنہ مت دو اور برے الفاظ سے اس کو مت پکارو کیوں کہ اس کے کسی فعل پر تم اسے طعنہ دو گے تو وہ تمہیں بھی طعنہ دے گا، طعنہ زنی جب حد سے بڑھے گی تو تیشہ زنی کی نوبت آجائے گی پھر پورا معاشرہ فساد کا شکار ہوگا لہذا طعنہ زنی سے بچو، ہاں خیر خواہی جائز ہے۔

خیر خواہی:

کسی کے اندر کوئی برائی دیکھے اور اس کی اصلاح کی غرض سے تنہائی میں محبت کے ساتھ اسے سمجھائے کہ یہ بات غلط ہے تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں مضر اور نقصان دہ ہے اس کو چھوڑ دو یہ خیر خواہی ہے۔ کیوں کہ ہر مومن دوسرے مومن کا آئینہ

ہے اور آئینہ کا کام ہے داغ دکھانا جس طرح کسی کے چہرے پر کوئی داغ لگ جاتا ہے تو وہ خود اس داغ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جب وہ آئینہ کے قریب جاتا ہے تو آئینہ اس کو دکھاتا ہے کہ تمہارے چہرے پر یہ داغ لگا ہوا ہے لیکن واضح رہے آئینہ صرف دکھاتا ہے گاتا نہیں چلتا کہ اس کے چہرے پر داغ ہے لہذا انسان کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کے اندر کوئی خرابی دیکھے تو جذبہ خیر خواہی کے ساتھ تنہائی میں اس کو وہ خرابی اور عیب دکھادے تا کہ وہ انسان دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ جائے۔ جب خیر خواہی کے ساتھ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کا عیب بتائے گا تو وہ اس کا شکر گزار بنے گا اور اس کے دل میں اس کی محبت بڑھ جائے گی کہ یہ انسان ہمارا محسن ہے برخلاف اس کے کہ جب اس کے عیب اور خرابی کو ہر جگہ گاتا پھرے گا اور اس کو رسوا کرے گا تو وہ انسان اس سے نفرت کرے گا جس کی وجہ سے وہ بھی اس کی برائیاں بیان کرنا شروع کر دے گا پھر دونوں کے درمیان عداوت اور دشمنی اتنی بڑھ جائے گی کہ لڑائی شروع ہو جائے گی اور معاشرہ پر اس کا برا اثر مرتب ہوگا۔

طعنہ زنی:

کسی کی برائی اس کے منہ پر اس طرح بیان کرنا جس کی وجہ سے اس کا آبگینہ دل ٹوٹے اور اس کی توہین و تذلیل ہو ایسی بات اس کے منہ پر کہنا "لمز" ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولا تلمزوا انفسکم" ایک دوسرے کو طعنہ مت دو اور یہ طعنہ زنی چاہے بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ دونوں صورتوں میں حرام ہے اور اتنی سخت حرام ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ "ھمزہ" اسی کے بارے میں نازل ہوئی "ویل لکل ھمزۃ لمزہ" دردناک عذاب ہے اس شخص کے لیے جو دوسروں کی ان کی پیٹھ کے پیچھے توہین کرتا ہے یا ان کے منہ پر طعنہ دیتا ہے، طعنہ زبان سے ہو یا عمل سے دونوں ممنوع ہے اسی لیے کسی کی ایسی نقل کرنا جس سے وہ اپنی توہین محسوس کرتا ہو یہ بھی طعنہ میں داخل ہے۔

اسی آیت کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''و لا تنابزو ا بالالقاب'' ایک دوسرے کو برے ناموں سے مت پکارو کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر کسی میں عیب ہو تو اس کا مذاق اڑانے کے لیے اس کا نام نہ لے کر اس کو ایسے کلمات سے پکارتے ہیں جس کو وہ پسند نہیں کرتا جس کی وجہ سے آپسی تناؤ بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے برے نام لے کر بلانے سے منع فرمایا تاکہ لوگوں کے درمیان جھگڑا لڑائی نہ بڑھے لہذا اگر کسی کی آنکھ میں عیب ہو تو اس کو کانا کہنا کسی کے پاؤں میں عیب ہو تو اس کو لنگڑا کہنا یہ سب ممنوع ہے ہاں بعض نام عرف کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں جن کے ذریعے پکارنے کو آدمی برا نہیں سمجھتا تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ''یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن فان بعض الظن اثم و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا أیحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ''

ترجمہ : اے ایمان والو بہت زیادہ گمان سے بچو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کا تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں کا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے تو تم اسے ناپسند جانتے ہو۔

سورہ حجرات کی اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان امور سے اجتناب کی طرف رہنمائی فرمائی ہے جن کی وجہ سے معاشرے میں لڑائی جھگڑا فساد و اختلاف برپا ہوتے ہیں اس آیت میں تین امور سے منع فرمایا گیا۔ (۱) بدگمانی (۲) تجسس (۳) غیبت

بدگمانی:

بدگمانی ایک بہت ہی خطرناک قسم کی روحانی بیماری ہے اور بہت سے ناکامیوں اور مایوسیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کی روح کو عذاب دائم میں مبتلا کر دیتی ہے۔ بدگمانی کے برے اثرات صرف روح تک ہی محدود

نہیں رہتے بلکہ جسم پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس کی بیماریوں کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ایک عظیم طبیب کہتا ہے : جو شخص ہر ایک سے بدگمانی رکھتا ہو اور ہر چیز کے بارے میں غلط نظریہ رکھتا ہو اس کا
علاج کرنا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے جتنا دریا میں خودکشی کی نیت سے چھلانگ لگانے والے کو بچانا مشکل ہے۔اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ جو ایک دوسرے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں وہ سب بغیر مطالعہ محض بدگمانی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کی قوت فیصلہ بھی کمزور ہو جاتی ہے اور صحیح و اطمینان بخش نتیجے تک پہنچنے سے پہلے اپنا حتمی فیصلہ دے دیتے ہیں اور کبھی ان کی گفتگو میں شخصی غرض بھی نمایاں ہوتی ہے اور یہی سب سے بڑا وہ عیب ہے جس کی وجہ سے رشتہ الفت و محبت ٹوٹ جاتا ہے۔اتحاد قلبی ختم ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے پر اعتماد کا سلسلہ نابود ہو جاتا ہے۔معاشرے کے مختلف طبقات میں بدگمانی، رخنہ اندازی کرتی ہے۔قرآن مجید نے بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو اس بات سے روکا ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں بدگمانی کریں۔جیسا کہ ماسبق کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اجتنبوا کثیراً من الظن فان بعض الظن اثم'' حدیث پاک میں بھی اس کی مذمت آئی ہے اللہ کے رسول ﷺ فرمان ہے ''ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث'' بدگمانی سے احتراز کرو کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔
(بخاری شریف، جلد ۲)

بدگمانی جس طرح انسان کے اپنے اخلاق و زندگی کو برباد کرتی ہے اسی طرح دوسروں کے اخلاقیات و روح کو بھی خراب کر دیتی ہے۔یہ بھی ممکن ہے کہ جن لوگوں کے بارے میں بدگمانی کی جائے ان کے اخلاقیات صراط مستقیم سے منحرف ہو جائیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے ''بدگمانی بہت سے امور کو فاسد کر دیتی ہے اور برائیوں پر آمادہ کرتی ہے'' ڈاکٹر مارون کہتا ہے ''بہت ایسے نوکر ہیں جن کے

مالک ان سے ہمیشہ بدگمان رہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ ملازمین چور ہیں ایسے نوکر آخر کار چوری کرنے لگتے ہیں'' بدگمان شخص لوگوں سے وحشت کرتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو حسن ظن نہیں رکھتا وہ ہر ایک سے وحشت کرتا ہے۔

اس سورہ میں اس بات کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے کہ کسی کو محض گمان کی بنیاد پر سزا ہرگز نہ دی جائے بلکہ اس کے بارے میں خوب تحقیق کر لی جائے اور اگر کوئی گوشہ صحت کا نظر آئے تو اس کو اسی شے پر محمول کیا جائے جب تک یقین کامل نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ لیا جائے تاکہ بعد میں اپنے کیے پر نادم و شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اکثر و بیشتر مجھ سے ملنے آیا کرتی تھی۔ وہ کسی اور علاقے کی رہنے والی تھی لیکن مدینہ منورہ میں آ کر مسلمان ہو گئی تھی وہ عورت جب بھی بغرض ملاقات آتی تو یہ شعر پڑھا کرتی:

ویوم الوشاح من تعاجیب ربنا

الا انہ من بلدۃ الکفر انجانی

ترجمہ : جس دن ہار کا واقعہ پیش آیا تھا یہ میرے رب کی طرف سے بڑی عجیب کہانی ہے، لیکن اس کے نتیجے میں کفر سے مجھے نجات مل گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پوچھا کہ تم برابر اس شعر کو پڑھتی ہو اس کی کیا وجہ ہے اس عورت نے کہا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا میں ایک بستی میں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ بستی کی ایک بچی ہار پہن کر گلی میں نکلی جب وہ بچی واپس آئی تو ہار اس کے گلے میں نہیں تھا میں قریب میں رہتی تھی اور غریب تھی اس لیے سب نے میرے اوپر الزام لگا دیا کہ ہار اسی عورت نے لیا ہے چناں چہ انہون نے پکڑ کر مجھے مارنا شروع کر دیا اور میری تلاشی شروع کر دی لیکن وہ ہار نہیں ملا ابھی وہ تلاشی لے ہی رہے تھے اور مجھے زدو کوب کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں وہ چیل جو

ہار اٹھا کر لے گئی تھی ان کے سامنے ہار ڈال کر چلی گئی، اب لوگوں کی آنکھ کھلی کہ ہم اس غریب عورت پر بیکار ظلم کر رہے ہیں اور بے جا الزام سرقہ لگا رہے ہیں۔ وہ عورت کہتی ہے کہ اس واقعہ کے بعد مجھے بستی والوں سے نفرت ہو گئی اور میں بستی سے نکل کر بھاگ گی۔ کسی نے مجھے بتایا کہ مدینہ میں آخری نبی جلوہ گر ہو چکے ہیں چناں چہ میں حضور کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گئی۔ (بخاری شریف، جلد ۱، ص ۶۲ — ۶۳)

بخاری شریف کے اس واقعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ بے بنیاد کسی پر الزام تراشی کرنے سے اور محض گمان کی بنیاد پر سزا دینے سے محبت کی جگہ دل میں نفرت و عداوت گھر کر لیتی ہے اور یہی چیز آپسی تناؤ اور جھگڑے کا سبب بن جاتی ہے، لہذا اگر کسی کے بارے میں کوئی شبہ و شک ہے تو اس کو بلا کر پوچھنا چاہیے اگر وہ اپنی برأت کا اظہار کرتا ہے اور آپ کے پاس اس کے خلاف کوئی معقول دلیل نہیں ہے تو صرف بدگمانی کی بنیاد پر اسے سزا دینا اور قطع تعلق کا حکم دینا درست نہیں ہے۔

مواقع تہمت سے بچو:

مذہب اسلام کا حسن و کمال دیکھیے کہ ایک طرف تو ہمارا مذہب بدگمانی کرنے سے روکتا ہے اور دوسری طرف ہر انسان کو حکم دیتا ہے کہ ''اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ'' تہمت کی جگہوں سے بچو یعنی تم ان جگہوں پر مت جاؤ جہاں جانے سے لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہو کوشش کرو کہ تمہارے کسی قول و فعل سے ایسا موقع نہ آئے کہ لوگ خواہ مخواہ بدگمانی کرنے لگیں اور تمہارے اوپر تہمت لگانے لگیں کہ یہ شخص غلط آدمی ہے، اس سے اجتناب کرو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے خود اپنے عمل سے اس کی تعلیم دی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد نبوی میں اعتکاف کے لیے بیٹھے ہوئے تھے۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لائیں۔ رات کا وقت تھا آپ حضور کے پاس تھوڑی دیر

بیٹھیں، جب واپس جانے لگیں تو سرکار ان کو رخصت کرنے کے لیے مسجد نبوی کے دروازے پر تشریف لائے، اس وقت قریب سے دو صحابہ گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے زور سے پکار کر ان صحابہ سے فرمایا کہ یہ خاتون جن کو میں رخصت کر رہا ہوں میری زوجہ صفیہ ہیں۔ ان صحابہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں سرکار نے فرمایا ''اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ'' شیطان انسان کے خون تک میں سرایت کرتا ہے لہذا مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں یہ خیال نہ آ گیا ہو کہ اندھیرے میں میرے ساتھ یہ کون خاتون ہے اس لیے میں نے وضاحت کر دی کہ یہ میری زوجہ صفیہ ہیں۔ (القواعد عمدۃ الاحکام حدیث ۲۱۴)

یہ ہے تعلیم نبوی! آپ ﷺ کے بارے میں بھلا صحابہ میں سے کوئی یہ گمان کر سکتا تھا کہ آپ کسی غیر عورت کے ساتھ ہوں ہاں کفار و منافقین ہوتے تو تھوڑی دیر کے لیے کردار رسول پر داغ لگانے کے لیے یہ بدگمانی کر سکتے تھے مگر وہ صحابہ تھے جو حضور کے قول و فعل پر اپنی جان قربان کیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ کے رسول نے تعلیم امت کے لیے اور اپنے کو موضع تہمت سے بچانے کے لیے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ یہ میری بیوی ہے۔

لہذا ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے کہ اولاً تو کسی کے تعلق سے بدگمان نہ ہو اور جس کے تعلق سے لوگ بدگمان ہو رہے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرے یا کسی ایسی جگہ نہ جائے جس کی وجہ سے اس پر کوئی تہمت قائم ہو۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے گلستاں میں فرمایا ''اگر شخصے بخرابات رود نماز کردن منسوب گردد بخمر خوردن'' اگر کوئی شخص نماز جیسی عظیم عبادت ادا کرنے کے لیے شراب خانہ جائے تو شراب پینے سے منسوب ہوگا۔

حضرت امام مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کے بارے میں سوئے ظن رکھا

گویا اس نے اپنے رب کے بارے میں اس برائی کا ارتکاب کیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اجتنبوا کثیرا من الظن''۔ (تفسیر در منشور، جلد ۶، ص ۱۷۵)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے دیکھا حضور اکرم ﷺ کعبہ معظّمہ کا طواف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری ہوا کتنی پاکیزہ اور اچھی ہے تو کتنا عظمت و شان والا ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے بندۂ مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بھی زیادہ اور عظیم ہے۔ (تفسیر در منشور، جلد ۶، ص ۱۷۵)

ہمارے معاشرے کی حالت:

آج ہمارے معاشرے میں اختلافات بہت زیادہ ہیں۔ کہیں سیاسی مخالفت، تو کہیں جماعتی مخالفت، کہیں مذہبی مخالفت، تو کہیں خاندانی مخالفت، ہم اپنے مخالف کے بارے میں جو چاہتے ہیں بول دیتے ہیں اور بے جا الزام لگا دیتے ہیں، تا کہ وہ ذلیل و رسوا ہو جائے اور جب ہم سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ سب لوگوں میں یہ بات مشہور ہے۔ صرف بدگمانی کی بنیاد پر اسے بدنام کر دیا جاتا ہے ہر آدمی خود سوچے کہ اگر اس کے بارے میں کوئی غلط بات مشہور کر دی جائے تو اس کے دل پر کیا گزرے گی اور جس کے خلاف کسی نے غلط بات مشہور کی اس کے تعلق سے اس کے دل میں نفرت رہے گی یا محبت، ظاہر سی بات ہے جب ہم نے بے جا کسی کو بدنام کرنے کی کوشش کی تو ہماری عقیدت و محبت اس کے دل سے رخصت ہو جائے گی۔ پھر وہ ہمیں بھی بدنام کرنے کی کوشش کرے گا جس کی وجہ سے آپس میں جھگڑا لڑائی کی نوبت آجائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں بدگمانی سے منع فرمایا تا کہ معاشرے میں امن و سکون قائم رہے۔

جاسوسی کرنا:

کچھ لوگوں کی منحوس عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کی لغزشوں اور بھیدوں کی تلاش میں رہا کرتے ہیں، تاکہ لوگوں پر نقد وتبصرہ کریں، ان کا مذاق اڑائیں، ان کی سرزنش کریں، حالاں کہ خود ان کے اندر اتنے عیوب ہوتے ہیں جو ان کے فضائل پر غالب ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اپنے عیوب سے غافل ہو کر دوسروں کے عیوب تلاش کرتے ہیں جب کہ یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے عیوب کی تلاشی ایسی منحوس صفت ہے جو انسان کی زندگی کو آلودہ کر دیتی ہے اور اس کی اخلاقی شخصیت کو گرا دیتی ہے جو چیز انسان کو دوسروں کی عیب جوئی پر ابھارتی ہے وہ احساس کمتری اور پست نظری ہے اور غرور وتکبر سے اس صفت کو تقویت ملتی ہے۔

عیب جوئی کی عادت کسی بھی طرح عقل وخرد اور شرع کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے کیوں کہ یہ لوگ اپنے جانے پہچانے دوستوں کے اعمال کے تجسس میں لگے رہتے ہیں کہ دوسروں کی کوئی کمزوری ان کے ہاتھ لگ جائے تو اسی کو لے اڑیں اور دوستوں پر نقد وتبصرہ کے ساتھ ان کو بدنام کرتے پھریں اور جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کی نظروں میں ذلیل ورسوا کریں۔

انسان کی شرافت وبزرگی خود اس کے ہاتھ میں ہے جو دوسروں کی شخصیت کو مجروح کرے گا اس کی شخصیت بھی قہری طور سے مجروح ہو جائے گی۔ یہ ممکن ہے کہ عیب جُو اپنے عمل کے نتیجہ سے بے توجہ ہو لیکن وہ بہر حال اپنے اس عمل کی وجہ سے بدگوئی سے محفوظ نہیں رہ سکتا کیوں کہ عیب جُو اپنی حرکت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں حسد، کینہ، بغض کا جو بیج بو چکا ہے اس کا بھگتان تو بھگتنا پڑے گا۔

مذہب اسلام نے معاشرہ کی وحدت کی حفاظت کے لیے زندگی کے اندر اصول وآداب کی رعایت کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور عیب جوئی جو تفرقہ کا سبب اور دوستانہ روابط کے قطع کرنے کا ذریعہ وعلت ہے اسے حرام قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کا

فریضہ ہے کہ ایک دوسروں کے احترام کو باقی رکھیں اور کسی کی اہانت نہ کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خبردار لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کی صحبت سے پرہیز کرو کیوں کہ ان لوگوں کا ہم نشیں بھی ان کی عیب جوئی سے بچ نہیں سکے گا۔

ڈاکٹر نلین ساختر کہتا ہے : دوسروں کی رفتار و گفتار پر بیجا اعتراض کرنے سے بہتر ہے کہ ان کی مدد کریں اور اگر دوسروں کی ہدایت کرنا ممکن نہ ہو تو اس سے زیادہ واجب یہ ہے کہ اپنی بیماریوں کا علاج کریں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تجسس کیا ہے وہ یہ ہے کہ تو آپنے بھائی کے عیب کو تلاش کرے اور اس کے مخفی امر پر مطلع ہو۔

حدیث : جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی خفیہ شئی کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرماتا ہے اگر چہ وہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا ہو۔ (تفسیر در منشور، جلد ۶، ص ۱۷۹)

سورۂ حجرات کی آیت اور احادیث مذکورہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تجسس کرنا حرام ہے لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر کوئی آدمی ایسا ہے جس پر بجانب شرع کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے مثلاً باپ پر بیٹوں کی ذمہ داری ہے یا خاندان کا سربراہ ہے اگر ایسے لوگ اپنے ماتحتوں کی نگرانی کر کے ان کے حالات معلوم کریں کہ کہیں یہ غلط راستے پر تو نہیں جا رہے ہیں یہ ممنوع نہیں ہے، کیوں کہ باپ کی ذمہ داری ہے کہ اولاد اگر راہ راست سے بھٹک رہی ہو تو اس کو صراط مستقیم پر لانے کی بھر پور کوشش کرے، اسی طرح کوئی حکمران اپنی رعایا کی حالت کی تحقیق کرتا ہے کہ کہیں کوئی شخص ایسا جرم تو نہیں کر رہا ہے کہ اس کا برا اثر پورے معاشرے پر پڑے، اس حکمراں کے لیے ایسی تحقیق کرنا ممنوع نہیں ہے جس تجسس سے قرآن نے منع فرمایا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کا مزاج اور طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے معاملات کی تحقیق کو خواہ مخواہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں جب کہ وہ نہ اس کے سرپرست ہیں، نہ اس کے مصلح ومربی ہیں، نہ استاذ، نہ مرشد لیکن وہ صرف اس فکر میں ہیں کہ اس کی کوئی برائی ہمیں مل جائے اور پھر ہم اسے معاشرہ میں ذلیل ورسوا کریں، اسی ارادے سے وہ چوری چھپے اس کے کام اس کے حرکات کو دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس قسم کے تجسس سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ ایسا کرنے سے آپس میں عداوت کی آگ بھڑک جاتی ہے اور پھر فرد واحد کی لڑائی جماعت میں تبدیلی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے پورا معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔

موجودہ ترقی یافتہ دور میں بات چیت کے لیے موبائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کا استعمال ہوتا ہے کسی کی بات چھپ کر سننا بھی تجسس میں داخل ہے، لہذا اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

غیبت:

آیت سابقہ میں جن تین کاموں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک غیبت ہے۔ غیبت گناہ کبیرہ ہے اور اس کی مذمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس سے بھی معاشرے میں بہت زیادہ فساد برپا ہوتا ہے اور آپس کی لڑائیاں جنم لیتی ہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "لا یغتب بعضکم بعضاً" تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

غیبت کیا ہے:

حدیث : أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ، قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِي مَا اَقُولُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ' (مسلم شریف، جلد ۲، ص ۳۲۲)

ترجمہ : کیا تمہیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اپنے بھائی کے بارے میں ان باتوں کا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہوں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر میرے بھائی کے اندر وہ صفات ہوں جو میں نے کہی ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ برائی تیرے بھائی میں پائی جائے تبھی تو وہ غیبت ہوئی اور اگر وہ بات اس کے اندر نہ ہو تو تو نے اس پر بہتان باندھا ہے۔

شانِ نزول:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں دو آدمیوں کے ساتھ تھے اور سلمان فارسی ان کے خدمت گزار تھے اور ان کے لیے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔ ایک دن حضرت سلمان فارسی سو گئے آپ کے دونوں ساتھیوں نے انہیں تلاش کیا لیکن انہیں نہیں پایا، دونوں خیمے میں آئے اور کہا کہ سلمان اس کے سوا کسی شئے کا ارادہ نہیں رکھتا کہ وہ تیار کھانے اور لگے ہوئے خیمے کی طرف آئے پس جب حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان دونوں نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تا کہ ان کے لیے سالن تلاش کر لائیں چناں چہ آپ چل کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ساتھیوں نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ ان کے لیے کچھ سالن عطا فرمائیں اگر آپ کے پاس موجود ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے اصحاب سالن کو کیا کریں گے جب کہ وہ پہلے ہی کھا چکے ہیں۔ حضرت سلمان واپس لوٹ کر آئے اور اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع دی چناں چہ وہ دونوں چلے اور حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب سے ہم یہاں اترے ہیں ہم نے کھانا نہیں کھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم دونوں نے اپنے قول کے ساتھ مسلمان کا گوشت کھایا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی ''أیحب احد کم ان یا کل لحم اخیہ میتاً'' (تفسیر در منثور، جلد ۶، ص ۱۸۱)

حدیث شریف:

امام بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں کیوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی کہ ایک عورت گزری جس کا دامن طویل تھا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس عورت کا دامن طویل ہے تو حضور نے فرمایا کہ تم قے کرو تو میں نے گوشت کے ٹکڑے کی قے کی۔ (تفسیر در منثور، جلد ۶، ص ۱۸۳)

حدیث شریف:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور پھر ان میں سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور انہوں نے لوگوں کا گوشت کھانا شروع کر دیا ان دونوں کی جانب سے ایک قاصد حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہاں دو عورتیں روزہ سے ہیں اور مرنے کے قریب ہو چکی ہیں تو سرکار نے ارشاد فرمایا ان دونوں کو میرے پاس لاؤ چناں چہ حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے کوئی بڑا برتن یا پیالہ منگوایا اور ان میں سے ایک سے کہا اس میں قے کرو تو اس نے خالص پیپ اور خون قے کی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ان دونوں نے ایسی شئے سے روزہ رکھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال قرار دی تھی اور انہوں نے ایسی شے سے افطار کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دی ہے کہ ان میں ایک دوسرے کے پاس بیٹھی اور پھر دونوں لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔ (تفسیر در منثور، جلد ۶، ص ۱۸۴)

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں شب معراج ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو اپنے چہرے اور سینے چھیلتے تھے میں نے کہا یہ کون ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزت و آبرو پر حملہ کرتے تھے۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۱۳، ص ۷ ۴۴)

حدیث شریف:

''اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا'' غیبت زنا سے بدتر ہے۔عرض کی گئی یا رسول اللہ کیسے آپ نے فرمایا اس لیے کہ زانی زنا کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے لیکن غیبت کرنے والا نہیں بخشا جائے گا جب تک وہ اسے نہ بخشے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیثِ طیبہ سے اس بات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہ رہا کہ غیبت کی کتنی مذمت آئی ہے اور غیبت کتنا بڑا گناہ ہے آج کل مسلمانوں میں یہ وبا بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے بہت کم ایسی مجلسیں ہیں جن میں کسی کی غیبت یا چغلی نہ ہوتی ہو جس کی وجہ سے آئے دن فساد، لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے اگر مسلمان معاشرے کو فساد سے بچانا چاہتا ہے تو غیبت نہ کرے نہ سنے بلکہ جہاں غیبت کی جا رہی ہو وہاں سے اٹھ جائے۔

غیبت کا سننا:

بعض حضرات محتاط ہوتے ہیں وہ غیبت خود تو کسی کی نہیں کرتے لیکن ان کے سامنے کوئی کسی کی غیبت یا برائی کرتا ہے تو وہ اس کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی گناہ نہ کیا حالاں کہ حدیث پاک میں ہے : عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من اغتب عندہ اخوہ السلم و ہو یقدر علی نصرہ فنصرہ نصرہ اللہ فی الدنیا و الاخرۃ فان لم ینصرہ و ہو یقدر علی نصرہ وادرکہ اللہ بہ فی الدنیا و الاخرۃ۔(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہے اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں مدد فرمائے گا اور اگر وہ اس کی مدد پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دنیا و آخرت

میں اس کی پکڑ فرمائے گا۔

غیبت اتنا سخت گناہ ہے کہ اس آیت کے اگلے حصے میں ارشاد ہوا ''ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموۃ'' کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اگر تم کو کوئی ایسا گوشت کھانے کو کہے تو تم کو ناگوار ہوگا اور تمہیں نفرت ہوگی غیبت بھی اسی طرح ہے۔ جس طرح سے مسلمان مردار کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا ایسے ہی اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ غیبت کو بھی ناپسند کرے۔ غیبت کرنے میں دوسرے مسلمان کی عزت وآبرو پر حملہ ہوتا ہے اس لیے غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے جو انسان کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے اس کی عزت وآبرو پر حملہ کرتا ہے اور کسی مسلمان کی عزت سے کھلواڑ کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''حُرْمَةُ الْمُسْلِمِ الْوَاحِدِ اَرْجَحُ مِنْ حُرْمَةِ الْقِبْلَةِ'' ایک مسلمان کی عزت وحرمت کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے۔

قارئین کرام! ذرا تصور کیجیے اس وقت جب کوئی انسان کعبہ شریف پر حملہ کرے کعبہ کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرے تو سارا عالم اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا لوگ اپنی متاع حیات حرمت کعبہ پر قربان کردیں گے لیکن کعبہ کی بے حرمتی برداشت نہیں کریں گے۔ کعبہ کی حرمت اتنی عظیم چیز ہے لیکن حدیث پاک کی روشنی میں ایک مسلمان کی عزت کعبہ سے بھی بڑھ کر ہے اور ہم آئے دن مسلمانوں کی عزت پر حملے کرتے ہیں لیکن ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں ہے چاہے اس کی پاداش میں سارا معاشرہ برباد ہوجائے۔

حضور سرور کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیوں کہ اس میں تین مصیبتیں ہیں:

(۱) غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

(۲) اس کی نیکیاں نامقبول ہوتی ہیں۔

(۳) اس پر گناہوں کی یورش ہوتی ہے۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۱۵۹)

غیبت کے اسباب:

جب کوئی مسلمان کسی کی غیبت کرتا ہے تو مندرجہ ذیل اسباب میں سے کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ (۱) کسی آدمی کے لیے سینے میں غیظ وغضب کا پایا جانا (۲) دوسروں کے لیے کینہ اور بغض رکھنا (۳) اپنے نفس کی بڑائی اور دوسرے کی پستی کا اظہار کرنا (۴) لوگوں سے تمسخر کرنا، مذاق اڑانا اور ان کا حقارت سے ذکر کرنا (۵) حسد کرنا، لوگ کسی آدمی کی تعریف کریں اور اس سے محبت کریں تو غیبت کرنے والا شخص اس سے حسد کرتا ہے اور اس کی عزت و شان کو کم کرنے کے لیے بہانے ڈھونڈھتا ہے اور لوگوں کے سامنے اس کی غیبت کرتا ہے تا کہ لوگ اس کی تعریف کرنا اور اس سے محبت کرنا ترک کردیں۔

چغلی کی تعریف:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام غزالی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں : چغلی اصل میں کسی بات کو اس آدمی تک پہنچانا ہے جس کے متعلق وہ بات کی گئی ہو، چغلی صرف اس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر کرنا ناپسندیدہ ہو اسے ظاہر کردینا۔ (فتح الباری شرح بخاری)

چغل خور کا انجام:

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغل خور ہوگا جو آپ کے پاس اور چہرہ لے کر آتا ہے دوسرے کے پاس اور چہرہ لے کر جاتا ہے اور فرمایا جو دنیا میں چغل خوری کرتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کی دو زبانیں نظر آئیں گی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۱۵۹)

حکمت:

اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کے منہ میں زبان پیدا کی ہے مگر مچھلی کو زبان نہیں دی گئی اس کی وجہ یہ کہ جب حکم خداوندی سے فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ابلیس رجیم ہو کر مسخ شدہ صورت میں زمین پر پھینک دیا گیا تو وہ سمندروں کی طرف گیا تو اسے سب سے پہلے مچھلی نظر آئی جسے اس نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کا قصہ سنایا اور یہ بھی بتلایا کہ وہ بحروبر کے جانوروں کا شکار کرے گا تو مچھلی نے تمام دریائی جانوروں تک حضرت آدم علیہ السلام کی کہانی سنائی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے زبان کے شرف سے محروم کردیا۔(مکاشفۃ القلوب،ص ۱۵۹)

غیبت کی مذمت اور غیبت کرنے والے شخص کے انجام سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ غیبت کیسی خطرناک روحانی بیماری ہے اور غیبت تو ایک عام آدمی کی بھی حرام ہے۔ چہ جائے کہ علما مشائخ کی غیبت کی جائے لیکن آج ہمارے معاشرے کی حالت یہ ہے کہ اگر سب سے زیادہ کسی پر تنقید کی جاتی ہے تو وہ علما و آئمہ کی جماعت ہے جہاں علما و آئمہ کی بات لوگوں کے خلاف ہوگئی لوگ علما و آئمہ پر تبرا بازی شروع کر دیتے ہیں اور ان کے خلاف برائیاں کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ علما سے نفرت و عداوت بھی رکھنے لگتے ہیں حالاں کہ علما سے نفرت کرنا ان کی غیبت کرنا عوام کی نفرت و غیبت سے زیادہ خطرناک ہے اس میں ایمان جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ حضرت ابوالحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس نے کسی عالم کی غیبت کی تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے۔(مکاشفۃ القلوب،ص ۱۶۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ارشاد ہے : زندگی میں کبھی کسی عالم کی برائی مت کرنا اور کسی عالم کی ذات میں کوئی عیب مت نکالنا اگر تم نے کسی عالم کو برا کہا اور اس کے علم کو حقیر سمجھا تو اللہ تعالیٰ تمہاری دس نسلوں تک کوئی عالم نہیں پیدا کرے

گا۔حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جوعلماء ربانیین کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کو کھود کر دیکھو اس کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔(علمائے کرام سے دور عوام کے لیے اولیاء اللہ کی وصیتیں)

حکایت سعدی علیہ الرحمہ:

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ گلستاں میں بیان فرمایا ہے کہ میں کمسن تھا اور بہت زیادہ عبادت کرتا تھا شب خیز اور زہد و عبادت کا حریص تھا۔ایک رات مرحوم باپ کی خدمت میں تھا، ساری رات عبادت میں گزاری اور تلاوت قرآن کرتا رہا چند لوگ ہمارے قریب مزے سے سو رہے تھے میں نے والد سے کہا ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اٹھ کر دوگانہ پڑھے خواب غفلت میں ایسے غرق ہیں کہ گویا مردے ہیں۔والد مرحوم نے فرمایا اے بیٹے اگر تم بھی ساری رات سوتے تو اس عبادت سے بہتر تھا کہ تو غیبت میں گرفتار ہو۔حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ سے ہر والد کو اور ہر ذمہ دار کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کے سامنے کسی کی برائی بیان کرے یا غیبت و چغلی کرے تو باپ اس کی ہاں میں ہاں ملا کر یا خوش دلی سے سن کر اپنے بیٹے کی قبیح حرکت پر خاموش نہ رہے بلکہ باپ اپنے بیٹے کی اس حرکت اور عمل کو ناپسند کرے اور آئندہ باز رہنے کی تاکید کرے تاکہ دوبارہ اس طرح کی حرکت اس کا بیٹا نہ کر سکے اور معاشرہ میں بدنظمی نہ پھیلے۔

غیبت کی بدبو:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ چوں کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں غیبت بہت کم کی جاتی تھی اس لیے اس کی بدبو آتی تھی مگر اب غیبت اتنی عام ہوگئی کہ مشام اس کی بدبو کے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ اسے محسوس ہی نہیں کرتے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص چمڑے رنگنے والوں کے گھر میں داخل ہو تو وہ اس کی بدبو سے ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکے گا مگر وہ لوگ وہیں کھاتے

پیتے ہیں اورانہیں بومحسوس ہی نہیں ہوتی کیوں کہ ان کی ناک اس قسم کی بدبو کی عادی ہو چکی ہیں اور یہی حال اب اس غیبت کی بدبو کا ہے۔(مکاشفۃ القلوب،ص۱۶۱)

فقہی مسائل:

کسی کی واقعی برائی کواس کی عدم موجودگی میں بیان کرنا غیبت ہے۔جس کی مذمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ ماسبق میں گزرا،ہاں کچھ برائیاں بعض مواقع پر بیان کرنا غیبت کے زمرے میں داخل نہیں ہے جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ : ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے مگر اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمان کوضرر پہنچاتا ہے اس کی ایذ ارسانی لوگوں کے سامنے بیان کرنا غیبت نہیں کیوں کہ اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی حرکت سے واقف ہوجائیں اور اس سے بچتے رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نماز اور روزے سے دھوکہ کھا جائیں اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔(بہار شریعت،حصہ ۱۶،ص ۵۲۲)

مسئلہ : ایسے شخص کا حال جس کا ذکر اوپر گزرا اگر بادشاہ یا قاضی سے کہا(اور اس زمانے میں کسی حاکم سے کہا) تا کہ اسے سزا ملے اور اپنی حرکت سے باز آجائے یہ چغلی اور غیبت میں داخل نہیں۔

اس مسئلے کے تحت حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم فاسق و فاجر کا ہے جس کے شر سے بچانے کے لیے لوگوں پر اس کی برائی کھول دینا جائز ہے اور غیبت نہیں اب سمجھنا چاہیے کہ بدعقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے بہت زیادہ ہے۔فاسق سے جو ضرر پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے۔فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین و ایمان کی بربادی کا ضرر ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لیے نماز روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں تا کہ ان کا وقار لوگوں میں قائم رہے پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہوگا لہذا ایسوں کی بدمذہبی کا اظہار فاسق کے اظہار سے زیادہ

اہم ہے۔اس کے بیان میں ہرگز دریغ نہ کریں۔آج کل کے بعض صوفی اپنا تقدس یوں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں کسی کی برائی نہیں کرنی چاہیے۔حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ ایسے لوگوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شیطانی دھوکہ ہے مخلوق خدا کو گمراہوں سے بچانا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ انبیاے کرام کی سنت ہے جس کو ناکارہ تاویلات سے چھوڑنا چاہتا ہے اوراس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میں ہردل عزیز بنوں کیوں کسی کو اپنا مخالف بناؤں۔(بہارشریعت، حصہ ۱۶،ص ۵۳۳)

مسئلہ : کسی بستی یا شہر والوں کی برائی کی مثلاً یہ کہا کہ وہاں کے لوگ ایسے ہیں یہ غیبت نہیں کیوں کہ ایسے کلام کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہاں کے سب ہی لوگ ایسے ہیں بلکہ بعض لوگ مراد ہوتے ہیں اور جن بعض کو کہا گیا وہ معلوم نہیں، غیبت اس صورت میں ہوتی ہے جب معین ومعلوم اشخاص کی برائی ذکر کی جائے۔(بہارشریعت، حصہ ۱۶،ص ۵۳۳)

مسئلہ : جوشخص علانیہ براکام کرتا ہے اوراس کواس کی کوئی پروانہیں کہ لوگ اسے کیا کہیں گےاس کی اس بری حرکت کا بیان کرنا غیبت نہیں۔حدیث شریف میں ہے کہ جس نے حیا کا حجاب اپنے چہرے سے ہٹا دیا اس کی غیبت نہیں۔(بہار شریعت، حصہ ۱۶،ص ۵۳۴)

مسئلہ : جس سے کسی بات کا مشورہ لیا گیا وہ اگر اس شخص کا عیب اور برائی ظاہر کرے جس کے متعلق مشورہ ہے یہ غیبت نہیں۔حدیث شریف میں ہے ”جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے“ لہذا اس کی برائی ظاہر نہ کرنا خیانت ہے۔(بہار شریعت، حصہ ۱۶،ص ۵۳۴)

مثلاً کسی کے یہاں اپنا یا اپنی اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا چاہتا ہے دوسرے سے اس کے متعلق تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ ایسا ہے تمہاری کیا رائے ہے اس شخص کو جو معلومات ہیں بیان کر دینا غیبت نہیں۔اسی طرح کسی کے ساتھ تجارت وغیرہ میں

شرکت کرنا چاہتا ہے یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں سکونت کرنا چاہتا ہے اور اس کے متعلق دوسرے سے مشورہ لینا ہے یہ شخص اس کی برائی بیان کرے یہ غیبت نہیں۔

مسئلہ : جو بد مذہب اپنی بد مذہبی چھپائے ہوئے ہیں جیسے بہت سے وہابی اپنی وہابیت چھپائے ہوئے ہیں اور خود کو سنی ظاہر کرتے ہیں اور جب موقع پاتے ہیں تو بد مذہبی کی آہستہ آہستہ تبلیغ کرتے ہیں ان کی بد مذہبی کا اظہار غیبت نہیں کہ لوگوں کو ان کے شر سے بچانا ہے۔(بہار شریعت، حصہ ۱۶)

فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ غیبت کی چار قسمیں ہیں :(۱) کفر (۲) نفاق (۳) معصیت (۴) مباح

(۱) کفر اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص غیبت کر رہا ہے اس سے کہا گیا کہ غیبت نہ کرو کہنے لگا یہ غیبت نہیں میں سمجھتا ہوں اس شخص نے ایک حرام قطعی کو حلال بتایا۔

(۲) نفاق اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی برائی کرتا ہے اور اس کا نام نہیں لیتا مگر جس کے سامنے برائی کرتا ہے وہ اس کو جانتا پہچانتا ہے لہذا یہ غیبت کرنا ہے اور اپنے کو پرہیزگار ظاہر کرتا ہے۔

(۳) معصیت وہ یہ ہے کہ غیبت کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ یہ حرام کام ہے ایسا شخص توبہ کرے۔

(۴) مباح وہ یہ ہے کہ فاسق معلن یا بد مذہب کی برائی بیان کرے بلکہ جب کہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو تو ثواب ملنے کی امید ہے۔(بہار شریعت، حصہ ۱۶)

غیبت کا علاج:

انسان کے اعمال اس کی واقعیت و شرف کے مظاہر ہوا کرتے ہیں انہیں افعال سے ہر انسان کی واقعی شخصیت ظاہر ہوتی ہے اس لیے اگر انسان حصول سعادت کرنا چاہتا ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ اپنے اعمال کا تزکیہ کرے اور خدا کو اپنے اعمال کی

نگرانی کرنے والا تسلیم کرے۔آخرت کی جزا سے خائف ہو کتاب الٰہی پر عقیدہ رکھے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے گناہ کا احصا کرنے والا ہے غیبت کا آسان علاج یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ اس نے کسی کی غیبت کی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی حاصل کرنے والا ٹھہرے گا دوسرا علاج یہ ہے کہ آدمی اس علت اور سبب پر غور کرے جس کی وجہ سے وہ کسی کی غیبت کرتا ہے اور پھر اس علت کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔

دلوں میں خوف خدا پیدا کریں:

سورہ حجرات کی اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''واتقو اللہ'' اللہ سے ڈرو، یہ لفظ قرآن کریم میں جابجا آیا ہے اور قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم دیتا ہے یا قانون بیان فرماتا ہے تو اس کے ساتھ اتقو اللہ کے الفاظ بھی عموماً ہوتے ہیں۔اس کے اندر انسانوں کے لیے ایک عظیم سبق ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی قانون ہو کوئی بھی حکم ہو اس کو نافذ کرنے کے لیے جتنی کوشش کی جائے، جتنی عدالتیں قائم کی جائیں لیکن دل میں اگر خوف خدا نہیں ہے تو قوانین پر عمل کرانے کی صورت کارگر ثابت نہیں ہوتی اور نہ جرائم کا انسداد ہوتا ہے کیوں کہ تھوڑی دیر کے لیے قانون سے خوف زدہ ہو کر مجمع میں تو وہ ارتکاب جرم سے پرہیز کرے گا مگر خلوت میں پھر اس جرم کا مرتکب ہو جائے گا کیوں کہ اس کے دل میں خوف خدا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آج جرائم پر قابو پانے کے لیے قوانین وضوابط روز تیار کیے جا رہے ہیں مگر جرائم میں کمی کی بجائے زیادتی ہو رہی ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خوف خدا نہیں ہے جب کہ خوف خدا ہی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے اور تمام گناہوں سے بچنے کا سبب بھی جب دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں پیشی کا احساس دل میں جاگ جاتا ہے تو پھر چاہے رات کی تاریکی ہو یا جنگل کی تنہائی ہر جگہ وہ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کرتا رہتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اتقو اللہ'' جب انسان کے دل میں خوف الٰہی جاں گزیں ہو جاتا ہے تو اس کا دل نور ایمان سے منور ہو

جاتا ہے اور وہ نور ہر جگہ انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

واقعہ

حضرت عبداللہ بن دینار نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک مقام پر ہم نے رات گزاری وہاں پہاڑ سے ایک چرواہا ریوڑ سمیت نیچے اترا اور ہمارے پاس سے گزرا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا اے چرواہے! ان میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردے اس نے کہا میں غلام ہوں اور یہ ریوڑ آقا کا ہے آپ نے بر بنائے آزمائش فرمایا اپنے آقا سے کہہ دینا اسے بھیڑیا کھا لیا ہے۔ چرواہا بولا اللہ کو کیا جواب دوں گا، اس پر حضرت عمر رو پڑے اور اس غلام کے ساتھ صبح مالک کے پاس گئے اور اسے خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا اس کلمہ کی برکت سے تو دنیا میں آزاد ہو گیا، میں امید کرتا ہوں کہ آخرت میں بھی تجھے آزادی دلائے گا۔ (رسالہ ایمان اور زندگی، ص ۱۳۶)

اس واقعہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جب دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے تو انسان ہر میدان میں گناہوں سے بچتا ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر بنائے آزمائش جو اس سے فرمایا اگر وہ ایسا کر دیتا اور مالک کو جا کر کہتا تو مالک کو اس کی بات ماننے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا کیوں کہ صحرا میں بکریوں کے ریوڑوں پر درندوں کا حملہ ہوتا رہتا ہے اور یہ کہہ دینے سے تھوڑی سی دنیوی منفعت بھی اسے حاصل ہو جاتی مگر آخرت کے بڑے عذاب میں گرفتار ہو جاتا اور جب اس نے خوف خدا کی وجہ سے معمولی دنیوی دولت کو ٹھوکر مار دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اسے غلامی کی زندگی سے نجات دے کر حریت کی زندگی عطا فرمائی اس۔ لیے بار بار قرآن میں اور سورہ حجرات کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اتقو اللہ'' جب انسان اللہ سے ڈرے گا تو کسی پر ظلم نہ کرے گا نہ مذاق اڑائے گا اور نہ غیبت اور چغلی کرے گا اس طرح پورا معاشرہ جھگڑے اور فساد سے محفوظ رہے گا۔

قومی تعصب:

یا ایھا الناس اناخلقنکم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر

یہ آیت کریمہ بھی سورہ حجرات کی ہے اس آیت میں بھی اہم اور بنیادی اصول و ضوابط بیان کیے گئے ہیں جو اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتے ہیں۔ اگر انسان ان ضوابط پر عمل کرے تو معاشرے کے بہت سے جھگڑے اور فتنے ختم ہو جائیں۔

ترجمہ : اے لوگو ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنا دیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سے زیادہ معزز اللہ کی بارگاہ میں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

شان نزول : یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی پاک ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ فتح کرنے کے بعد اذان کا حکم فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ پر چڑھ کر اذان پڑھی تو عتاب ابن سعید نے کہا "**الحمد للہ الذی قبض ابی قبل ھذا الیوم**" الحمد للہ میرا باپ فوت ہو گیا کہ اس نے یہ وقت نہ دیکھا اور حارث بن ہشام نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ کو ایسے کوے (بلال) کے سوا اور کوئی نہیں ملا؟ (تفسیر روح البیان، جلد ۱۳، پارہ ۶، ص ۴۵۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے لوگو! اس میں صرف اہل ایمان سے خطاب نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت سے خطاب ہے کہ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ایک مرد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ایک عورت سے مراد حضرت حوا ہیں۔ جتنے انسان اس روئے زمین پر پائے جاتے ہیں یا پائے جائیں گے یا پائے گئے وہ سب انہی کے بیٹے ہیں اور رہیں گے اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف قومیں اور قبیلے بنا دیے ہیں مثلاً کوئی عرب قوم ہے اس میں

مختلف قبائل ہیں کوئی عجمی ہے کوئی مشرقی کوئی مغربی ہے کوئی امریکی کوئی افریقی ہے اور جو اللہ نے مختلف اقوام اور قبائل بنائے تو اس کی صرف وجہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو مثلاً چند لوگوں کا نام غلام حسین ہے اب سب میں فرق کیسے ہوگا اور کسی نے غلام حسین کو بلایا تو اس سے مراد کون غلام حسین ہے اس کی پہچان کیسے ہوگی اس کی شناخت کے لیے یہ کہا جائے گا کہ ایک غلام حسین وہ ہے جو فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہے دوسرا غلام حسین وہ ہے جو فلاں قبیلے سے تعلق رکھتا ہے یہ پہچان کروانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف قبیلے اور قوم بنائی ہے لیکن آج یہ پہچان نہ کروا کر اپنی قومیت اور اپنے خاندان پر لوگ فخر کرتے ہیں اور دوسری قوم اور دوسرے قبیلے کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں۔ آئے دن ہر جگہ علاقائی تعصب، قومی تعصب، خاندانی تعصب کی بنیاد پر مسائل کھڑے ہوتے ہیں اور معاشرہ میں جھگڑا و فساد ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ حجرات میں ایک اصول بیان فرمایا کہ سارے قبائل برابر ہیں کیوں کہ سب اولاد آدم ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ باعزت وہ ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہو خواہ وہ کسی خاندان سے تعلق رکھتا ہو اور جس انسان کے دل میں تقویٰ آجاتا ہے وہ عصبیت جیسے ناسور سے پاک رہتا ہے کیوں کہ جب عصبیت کا انسان شکار ہو جاتا ہے تو جس جماعت سے اس کا لگاؤ اور تعلق رہتا ہے اس کا عیب بھی کمال اور اس کے بالمقابل جماعت کا کمال بھی عیب نظر آتا ہے اور اپنی جماعت کی ناانصافی اور غیر حق ہونا معلوم ہونے کے باوجود اس کی حمایت وتصرف کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ ناانصافی اور غیر حق کی حمایت ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من نصر قومه علی غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردی فھو ینزع بذنبه" (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص ناحق اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو

کسی گڑھے میں گر گیا ہو اور اس کی دم پکڑ کر اس کو کھینچا جا رہا ہو۔

عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لیس منا من دعا الی عصبیۃ و لیس منا من قال عصبیہ و لیس منا من مات عصبیۃً

ترجمہ : حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دہائی دیتا ہے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر قتال کرے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کو عصبیت پر قائم رہتے ہوئے موت آجائے۔

قرآن کریم میں جس چیز کو معیار عزت قرار دیا گیا ہے وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے کئی معنی اور اس کے اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

تقویٰ کا معنی اور اس کے اقسام:

تقویٰ کا معنی ہے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات کو چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "متقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے"۔ بعضوں نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔ بعضوں نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولا تجھے وہاں نہ پائے جہاں سے منع فرمایا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے۔ (کنز الایمان ۴)

مراتب تقویٰ:

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کفر سے بچنا، متوسطین کا تقویٰ اوامر و نواہی کی اطاعت، خواص کا تقویٰ ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں پوری انسانیت کو اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے خاندان اپنے قبیلے اپنی قومیت کی وجہ سے دوسروں پر اپنی بالادستی نہ جتائے اور نہ یہ سمجھے کہ میں تو اعلیٰ خاندان کا فرد ہوں اور یہ ادنیٰ خاندان کا فرد ہے میں عزت والا ہوں دوسرا عزت والا نہیں کیوں کہ اس طرح کا تصور قائم کرنے سے خیالات میں غرور پیدا ہوگا اور غرور وتکبر کی وجہ سے وہ ان سب باتوں کو کرے گا جن کی وجہ سے معاشرے میں اختلاف وانتشار پھیلتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کبر ونخوت کو ختم فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پاک محمد مصطفی ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔آپ عرب قوم میں تشریف لائے اور آپ کے مخاطب بھی براہ راست عرب لوگ تھے۔عرب وہ قوم ہے جو زمانہ جاہلیت سے یہ سمجھتی آرہی ہے کہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ فضیلت وعظمت ہماری قوم کو حاصل ہے اور دوسرے لوگ ہمارے مقابلے میں کم حیثیت اور کم بزرگی رکھتے ہیں، اسی غلط تصور کی بنیاد پر اہل عرب دوسری قوم کو عجمی کہتے ہیں۔عجمی کے لفظی معنی ہیں گونگا گویا کہ اہل عرب اپنے سوا دنیا کے سارے لوگوں کو گونگا کہتے تھے عربوں میں یہ تصور تھا کہ اگر کوئی عربی زبان میں بولے تو اس کے بارے میں کہتے کہ یہ بول رہا ہے اور اگر کوئی غیر عربی زبان میں بولے تو اس کے بارے میں یہ کہتے کہ یہ بڑ بڑا رہا ہے اس حد تک ان کے دلوں میں اپنی عربی قومیت کی ایک نخوت تھی، غرور تھا لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول وعمل سے اس نخوت وغرور کا خاتمہ فرمایا وہ بھی اس طرح کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ملک حبشہ کے رہنے والے تھے، سیاہ فام اور غلام تھے لیکن جب دامن سرکار سے وابستہ ہو کر داخل اسلام ہو گئے تو اللہ کے نبی نے اس سیاہ فام حبشی کو اپنے گلے سے لگایا اور اپنے ہی خاندان کے لوگ یعنی ابوجہل اور ابولہب پر فوقیت وفضیلت عطا فرمائی وہ بھی اس قدر کہ ہر جگہ اور ہر وقت اپنے ساتھ رہنے کا موقع عطا فرما دیا اور کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا اعزاز حضرت بلال کو عطا

فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایران کے رہنے والے تھے کہاں کہاں اور کیسے کیسے سفر کر کے مدینہ طیبہ پہنچے جب حضور کی غلامی اختیار کر لی تو حضور نے ان کے بارے میں فرمایا "سلمان منا اھل البیت" سلمان میرے گھر کا ایک فرد ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا گیا جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کے بادشاہ اور امرا سے خطاب فرمایا تو کہا کہ دیکھ میں ایران کا رہنے والا ہوں لیکن بڑے بڑے اہل عرب میری اطاعت کر رہے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں وہ دین عطا فرمایا ہے جس میں عرب وعجم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام میں وطن وقومیت کا کوئی درجہ نہیں کہ صرف وطن وقومیت کی بنیاد پر کسی کو اعلیٰ عہدہ یا منصب دیا جائے بلکہ عہدہ ومنصب کی بنیاد ذاتی صلاحیت وقابلیت پر ہے۔ اگر اس عہدہ کے لائق اپنا بیٹا نہیں ہے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ صرف بنوت کی بنیاد پر یا اخوت ورشتہ داری کی بنیاد پر وہ عہدہ اسے عطا فرما دیا جائے۔ جب سے یہ اسلامی نظریہ ختم ہوا ہے تب سے معاشرے میں فساد زیادہ بر پا ہو رہا ہے۔ آج کسی بھی شعبے میں ملازمت، منصب وعہدہ کے حوالے سے جائزہ لیجیے تو ترجیح اسے دی جاتی ہے جو اس کا رشتہ دار یا دوست ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ وبا اس دور میں دینی مدارس ومساجد میں پھیل گئی ہے۔

برادریوں کا تصور:

قدیم زمانے میں برادریوں کا تصور عام تھا لیکن ہمارا معاشرہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی اس غلط نظریے سے مکمل خالی نہیں آج بھی ہمارے معاشرے میں برادریوں کا تصور موجود ہے اور اس بنیاد پر ہم ایک برادری کو اعلیٰ اور دوسرے کو کمتر سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ انداز برتاؤ بھی مختلف ہوتا ہے حالاں کہ یہ رویہ اور نظریہ قرآن

کریم اور احادیث رسول کے خلاف ہے اور حضور اکرم ﷺ کے عمل کے بھی خلاف ہے آپ اندازہ لگائیں کہ ابولہب حضور اکرم ﷺ کا چچا ہے لیکن اس کی مذمت میں قرآن کریم کی سورہ نازل ہو رہی ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا "تبت یدا ابی لھب و تب" دوسری طرف بلال حبشی اور صہیب رومی رضی اللہ عنہما کو گلے لگایا جا رہا ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان آپس کا اتحاد قبائل، خاندان اور قومیت کی بنیاد پر قائم نہ کریں کیوں کہ اس طرح کرنے سے اتحاد کے بجائے اختلاف زیادہ بڑھے گا بلکہ اگر وہ اتحاد کے خواہاں ہیں تو اتحاد صرف تقویٰ سے ہوگا۔ دور حاضر کا یہ ایک عظیم فتنہ ہے بلکہ یہ فتنہ زمانہ جاہلیت سے چلا آرہا ہے کہ جو شخص میرے خاندان، قبیلے، صوبہ، وطن اور برادری کا ہے وہ میرا ہے اور جو ہمارے صوبے کا نہیں، ہماری زبان نہیں بولتا، ہمارے ملک کا نہیں وہ میرا نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس کو میں اپنا سمجھتا ہوں اس کا مجھے ہر حال میں ساتھ دینا ہے چاہے وہ حق کہہ رہا ہو یا ناحق بول رہا ہو اور جو میرے خاندان میرے وطن کا نہیں ہے مجھے اس کی مخالفت کرنی ہے جس کا مشاہدہ ہر ذی شعور کر رہا ہے۔

اپنے بھائی کی مدد کرو:

زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ مختلف برادریوں میں آپس میں معاہدے ہوتے تھے کہ ہم ہر قیمت پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق ہو ظالم ہو یا مظلوم ہر حال میں اس کا ساتھ دینا ہے اور ان میں ایک مقولہ مشہور تھا "انصر اخاک ظالماً او مظلوماً" اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو یا مظلوم لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا یہ مقولہ درست ہے لیکن تم جس طرح سے مدد کرتے ہو وہ طریقہ غلط ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس طرح ظالم کی مدد کریں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو اور ظالم سے تم اس کا ہاتھ پکڑ کر کہو کہ میں تمہیں ظلم نہیں کرنے دوں گا اگرچہ تمہارا تعلق ہمارے قبیلے سے

ہے۔اس مقولہ کو بدل کر اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو اس بات کا درس دیا کہ اگر تمہارے وطن یا قبیلے کا کوئی فرد دوسرے پر ظلم کرے تو اس کے ساتھ تم بھی شریک ہوکر دوسرے پر ظلم نہ کرو ورنہ اختلاف اور زیادہ شدید ہوگا۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ اگر تمہارے قبیلے یا وطن یا خاندان کا فرد ناحق کسی پر ظلم کررہا ہے تو تم اس کا ہاتھ پکڑ کر روکو۔

حضور اقدس ﷺ کا آخری پیغام:

جو غرور و تکبر لوگوں کے دلوں میں نسب، قبیلہ، برادری کی بنیاد پر گھر کیے ہوئے تھا اللہ کے رسول ﷺ نے قدم قدم پر اس کو مسمار فرمایا یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کا مجمع تھا اس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے جو خطاب فرمایا اس میں آپ نے وہ بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں جن پر ہمارا دین قائم ہے۔ اس خطبہ میں حضور اقدس ﷺ نے بہت ساری عظیم نصیحتیں فرمائی ہیں چناں چہ فرمایا کہ مجھے تم پر اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد بت پرستی میں مبتلا ہوجاؤ گے لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں شیطان گمراہ کرکے دنیا کی محبت تمہارے دلوں میں نہ پیدا کردے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے درمیان فتنے پیدا کردے پھر فرمایا کہ خوب اچھی طرح سن لو "لا فضل لعربی علی عجمی و لا أبیض علی اسود الا بالتقوی" کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی برتری نہیں اگر فضیلت و برتری ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری پیغام ہے جو آپ نے پوری امت کو عطا فرمایا۔

سارے مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں:

سورۂ حجرات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات کی تعلیم دی کہ تم ایک دوسرے کی مدد کرو چاہے وہ کوئی ہو اللہ کے رسول ﷺ نے خود اس پر عمل کرکے دکھایا آپ نے سارے مسلمان کو بھائی بھائی بنا دیا اور ارشاد فرمایا سارے مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جیسے جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہوجائے تو سارا جسم بے چین ہوجاتا ہے

اسی طرح مسلمان ہیں کہ ایک مسلمان کہیں بھی رہتا ہو کوئی زبان بھی بولتا ہو لیکن جب وہ مسلمان ہے تو اس کی تکلیف ساری دنیا کے مسلمان کو اپنے دل میں محسوس کرنی چاہیے اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے تا کہ وحدت اسلامی قائم رہے اور معاشرہ فتنہ وفساد سے پاک رہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اسلامی اصول وضوابط کے نفاذ میں مساوات برقرار رکھیں ورنہ عدم مساوات کی صورت میں معاشرہ میں بگاڑ ہونے لگتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اصول ومساوات کو ہر جگہ برقرار رکھا ہے کیوں کہ اسلام مساوات کا درس دیتا ہے یعنی انسان ہونے کے ناطے اصول وقوانین میں سب برابر ہیں۔ امیری غریبی رشتہ داری و دوستی کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں ہے، جس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

اسلام کا اصولی مساوات:

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت کی چوری کی وجہ سے قریش بہت پریشان ہوئے اور اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے اب انہیں یہ فکر دامن گیر ہونے لگی کہ یہ خاتون معزز قبیلہ وخاندان کی ہیں اگر قطع ید ہوا تو اس قبیلے کے لیے بڑی شرمندگی اور ندامت کی بات ہوگی لہذا حضور کی بارگاہ میں کسی کو سفارشی بنا کر بھیجا جائے باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ اس سلسلے میں حضرت اسامہ بن زید کے سوا کوئی حضور کی بارگاہ میں سفارش نہیں کرسکتا، حضرت اسامہ کو ان لوگوں نے سفارش کے لیے بارگاہ رسول میں بھیجا، حضرت اسامہ نے بارگاہ رسول میں اس عورت کی سفارش کی۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "أتشفع فی حدود اللہ" کیا تم اللہ کے حدود میں سفارش کرتے ہو؟ پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اس میں فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ ان میں شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور قسم بخدا اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا

بھی ہاتھ کاٹتا۔ (صحیح بخاری، جلد ۲)

حالاں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جن کو سیدۃ نساء اھل الجنۃ اور سیدۃ نساء المومنین تمام مومنہ عورتوں کی سردار ہونے کی بشارت عطا فرمائی گئی اور اللہ کے رسول ﷺ نے تعلق کا اظہار بھی اس درجہ فرمایا کہ ارشاد فرمایا "فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی" فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا اور ایک روایت میں ہے جس چیز سے فاطمہ کو اذیت ہوتی ہے اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا گیا "ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کون زیادہ محبوب تھا۔ "قالت فاطمۃ" ۔ ارشاد فرمایا : فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیل من الرجال دریافت کیا گیا مردوں میں کون زیادہ محبوب تھا قالت زوجھا فرمایا ان کا شوہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مگر اس محبت اور تعلق کے باوجود ارشاد فرماتے ہیں "لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا" کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹتا چوں کہ خالق کائنات کے حکم کی تعمیل سب پر مقدم ہے اس کے حکم کے سامنے کسی کی رو رعایت نہیں، ہم بھی اپنے نبی کے نام لیوا ہیں ذرا سوچیں اور غور کریں ہمارا کیا حال ہے اور کرنے والے کرکے دکھا گئے ہیں اولیائے کرام اور صلحائے امت کا اتباع سنت تو اپنی جگہ پر ہے ہی ایک دنیادار عظیم سلطنت کے مالک بادشاہ کا حال بھی ملاحظہ کیجیے۔

حضرت علامہ نسیم بستوی صاحب قبلہ اپنی کتاب "تاریخی کہانیاں" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہانگیر عادل اپنے دیوان عام میں فروکش تھا اور مالیات کا وزیر خزانہ کے حسابات پیش کر رہا تھا کہ یکا یک درد و کرب میں ڈوبی ہوئی آواز فضا میں گونجی ہائے میں مرگئی مجھے بچاؤ شہنشاہ نے کاغذات سامنے سے ہٹا کر ایک طرف رکھ دیے اور

بے تاب ہو کر خادموں سے دریافت کیا یہ دردناک، غم آلود آواز کس کی تھی، پتہ چلا کہ ملکہ نور جہاں جس سے جہانگیر بے انتہا محبت کرتا تھا اس کے کمرے میں ایک بیوہ عورت کو زدو کوب کیا جا رہا ہے۔ جہانگیر نے یہ سن کر مجلس برخاست کردی اور فوراً نور جہاں کے عشرت کدے میں جا پہنچا جہاں اس نے دیکھا کے ایک ضعیفہ کو چند خواصیں مار رہی ہیں اور وہ درد کی شدت سے بلبلا رہی ہے۔

شہنشاہ کی جبین انصاف پر بل پڑ گئے اس نے غضب ناک لہجے میں حکم دیا کہ بس اس ظلم کو ختم کرو، جہاں پناہ کی آواز سن کر اور اس کی متغیر صورت دیکھ کر خواصیں کانپ اٹھیں اور نور جہاں مسکراتی ہوئی تعظیم کے لیے کھڑی ہوگئی۔ جہانگیر نے ملکہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور ضعیفہ سے پوچھا کیوں بڑی بی تم کو کس جرم میں یہ سزادی جاتی ہے ضعیفہ نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا کہ شہنشاہ اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ جہانگیر نے تسلی بخش لہجے میں کہا تم بالکل بے خوف ہو کر اپنا حال بیان کرو۔ ضعیفہ نے بیان کرنا شروع کیا جہاں پناہ میں ایک شریف خاندان کی بیوہ ہوں میرے خاوند کو انتقال کیے ہوئے چھ سال گزر چکے ہیں۔ وہ ایک مکتب میں معلم تھے آمدنی اگرچہ کم تھی پھر بھی گھر کے سارے اخراجات پورے ہو جاتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد میں محنت مزدوری کر کے کسی طرح بسر کرتی رہی مگر عالی جاہ! اب میں اس قابل نہیں ہوں اعضا کمزور ہو گئے ہیں اس لیے کھانے پینے کی تکلیف ہونے لگی، آج فاقے کا تیسرا دن ہے ایک خواص نے مجھے رائے دی کہ ملکہ عالیہ کے دربار میں اپنی مصیبت بیان کر، کچھ نہ کچھ وظیفہ مقرر ہو جائے گا میں زمانے کی ستائی ہوئی یہاں تک بڑی مشکل کا سامنا کرنے کے بعد رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہوں، میں نے شہنشاہ بیگم سے پر امید ہو کر اپنا حال بیان کرنا چاہا لیکن انہوں نے توجہ نہ کی میں بھوک کی تکلیف سے بیقرار ہو کر مضطرب تھی میری زبان سے نکل گیا کہ جو غریبوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا، اس جملہ سے ملکہ معظمہ ناراض ہوگئیں اور

خواصوں کو حکم دیا کہ اس گستاخ کو مارو جس کی تکلیف سے میری چیخ نکل گئی ہے۔ مظلوم ضعیفہ کی یہ المناک داستان سن کر جہانگیر کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اپنی محبوبہ و چہیتی ملکہ کو مخاطب کر کے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت خوش رہو مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ میں جوش محبت میں رعایا کے حقوق پامال کر دوں تم نے بلا شبہ اس ضعیفہ پر ظلم کیا ہے جس کو میں معاف نہیں کر سکتا نور جہاں نے لبوں پر ایک ہوشربا تبسم کرتے ہوئے کہا تو کیا جہاں پناہ اس معمولی ضعیفہ کی خاطر مجھے زدو کوب کی سزا دیں گے۔ شہنشاہ جہانگیر نے قہر آلود لہجے میں کہا نور جہاں یہ مسکرانے کا وقت نہیں ہے تم کو ہوش میں رہ کر بات کرنی چاہیے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس مظلوم و بے قصور ضعیفہ سے معافی مانگو ورنہ چھ ماہ تک کی جیل کی زندگی گزارنی پڑے گی ملکہ نور جہاں نے جہانگیر کا تیور دیکھ کر یقین کر لیا کہ شہنشاہ کا مستحکم غیر متزلزل قصر انصاف محبت کے طلسم سے سرنگوں نہیں ہو سکتا، وہ چند لمحوں تک بالکل خاموش رہی اس کے بعد نہایت غرور و تمکنت سے بولی "ذلیل عورت سے معافی نہیں مانگ سکتی"۔ بادشاہ جہانگیر نے اسی دم وزیر اعظم کو طلب کر کے اپنی محبوبہ نور جہاں کے لیے چھ ماہ قید محض کا حکم صادر فرما دیا اور ساتھ ہی وزیر اعظم کو ہدایت کی گئی کہ وہ نور جہاں کو آج ہی قلعے کے جیل خانے میں پہنچا دے ابھی قید و بند میں نور جہاں پر صرف چھ گھنٹے ہی گزرے تھے کہ صدر اعظم کے مشورہ سے ملکہ نور جہاں نے معافی مانگنا منظور کر لیا جب وہ جیل سے رہا ہوئی تو ضعیفہ کو دو ہزار روپے نذر کیے اور اس کی دل نوازی کر کے اپنا قصور معاف کرایا۔

(۲) اصولی مساوات کی دوسری مثال جنگ بدر میں جو کفار قید ہوئے تھے ان کے متعلق مختلف آرا صحابہ کے سامنے آئیں، اتفاق اس پر ہوا کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے ان جنگی قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے جو رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے اسی قرابت کے پیش نظر انصار نے رسول ﷺ سے ان کا فدیہ معاف

کر دینے کی درخواست کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

عن انس بن مالک ان رجلا من الانصار استاذ نو رسول اللہ ﷺ فقالوا ائذ ن لنا فلنتر ک لابن اختنا عباس فدء اہ قال لا واللہ لا تذرون منه درھما۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول ﷺ سے عرض کیا حضور آپ اجازت دیں تو ہم حضرت عباس کا فدیہ چھوڑ دیں آپ نے فرمایا نہیں بخدا عباس کے فدیے سے ایک درہم بھی کم نہ کرو۔ (صحیح بخاری، جلد دوم)

ان دونوں روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اصول کے معاملے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے، چاہے وہ خاندان کا ہو یا قریبی رشتہ دار ہو بلکہ جو نظام اسلام ہے آپ نے سب پر نافذ فرمایا تاکہ لوگوں کے درمیان اونچ نیچ کا فرق نہ رہے اور قانون سب کے لیے برابر رہے، لیکن آج جب اس اصول پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا ہر طرف جرائم بڑھنے لگے، معاشرہ میں فساد برپا ہونے لگا، آج جرائم پر قابو پانے کے لیے روزانہ قوانین بنائے جاتے ہیں لیکن جب نفاذ کا وقت آتا ہے تو تعلقات سامنے آجاتے ہیں اور جرم ثابت ہونے کے بعد بھی وہ مستحق سزا نہیں ٹھہرتا جس کی وجہ سے فساد برپا ہوتا ہے۔

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں جہاں کے مالک ومختار ہم غریبوں کے غمگسار حضور اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے آپ نے پانی مانگا ہم نے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کوئیں کا پانی ملا کر آپ کو پیش کیا اس مجلس میں حضرت ابوبکر بائیں جانب تھے، حضرت عمر آپ کے سامنے تھے اور ایک اعرابی آپ

کے دائیں جانب تھا، جب آپ پی چکے تو حضرت عمر نے کہا یہ ابو بکر ہیں تا کہ آپ بچا ہوا مشروب حضرت ابو بکر کو دیں دائیں جانب کی رعایت سے اعرابی کو نہ دیں آپ نے بچا ہوا مشروب اس اعرابی کو دے دیا اور فرمایا دائیں جانب والے مقدم ہوتے ہیں سنو دائیں جانب سے ابتدا کیا کرو یہی سنت ہے، یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔ (شرح صحیح المسلم، جلد ۴)

ذرا غور کیجیے کہ اللہ کے رسول ﷺ اصول و مساوات کا خیال کتنا فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ نے اصول قائم فرمایا تھا کہ اگر کسی کو کچھ دیا جائے تو دائیں جانب سے ابتدا کیا جائے اور اپنے اس اصول کو عملی جامہ بھی پہنایا وہ بھی اس طرح کہ اگر کسی وقت حضرت ابو بکر کے مقابلے میں ایک عام دیہاتی آپ کے دائیں ہو تو آپ نے اصول نہیں توڑا جب کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات وہ ہے جس کے تعلق سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جتنا ابو بکر کے مال نے مجھے نفع پہنچایا کسی کے مال نے نہ پہنچایا۔ نبیوں کے بعد تمام بشر میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ نے اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے جان تک کی بازی لگا دی۔ آپ کی خدمات بھی بے شمار ہیں مگر ان تمام خدمات اور شرف و مرتبہ کے باوجود اصول مساوات کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی رعایت نہیں کی۔

عصبیت کے نقصانات:

آپ مسلمانوں کی جب تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جب تک مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہے اور آپس میں فرقہ واریت سے بچتے رہے اس وقت تک مسلمان مستحکم و مضبوط رہے ہر قوم مسلمانوں سے مرعوب رہی کسی میں یہ طاقت و جرأت نہ تھی کہ قوم مسلم سے آنکھ ملائے، آپ صلیبی جنگوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے یہ صلیبی جنگیں مسلمانوں کے خلاف لڑی گئیں ہر صلیبی جنگ میں دشمنوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے، اس وقت یہ حال تھا کہ صلاح الدین

ایوبی، نورالدین زنگی، یہ سب کے سب غلاموں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن مسلمان ان کو اپنا امیر بنائے ہوئے تھے، وہاں عصبیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ دشمن ایک عرصۂ دراز تک جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کی قوت اور ان کی کامیابی کا راز اتحاد ہے لہذا ان لوگوں نے اتحاد مسلم کو پارہ پارہ کرنے کے لیے عصبیت کا بیج بونا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

یاد کیجیے اس دور کو جب خلافت عثمانیہ ترکی میں قائم تھی اور اس کا مرکز استنبول تھا اس وقت سارا عالم اس کے زیر نگیں تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا رعب ودبدبہ اس قدر غیروں پر قائم فرما دیا تھا کہ خلافت عثمانیہ کا نام سن کر دشمن گھبرایا کرتے تھے آخر میں دشمنوں نے ان کے درمیان آپسی اختلاف بڑھانے کا طریقہ اپنایا اور عربوں سے کہا تم عرب ہو تمہارے پاس قرآن نازل ہوا تھا، تمہارے پاس اللہ کے نبی تشریف لائے، تمہاری زبان میں قرآن نازل ہوا، تمہاری عظمت وفضیلت تو زیادہ ہے، اس کے باوجود ترک قوم تم پر حکومت کر رہی ہے جب کہ اس ملک کا حکمراں تم ہی کو ہونا چاہیے تھا، دوسری طرف ترکی کو یہ سبق پڑھایا گیا کہ تم ترکی ہو لیکن تم اپنی زبان چھوڑ کر عربی زبان اختیار کیے ہوئے ہو، عربی رسم الخط اپنائے ہوئے ہو حالاں کہ عربی زبان اور عربی رسم الخط کا تمہاری زبان اور رسم الخط سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں نے ملازمت میں خود کو عربوں کے مقابلے میں فوقیت دینی شروع کر دی جس کے نتیجے میں عربوں کو یہ شکایت ہوئی کہ ترک عرب کو ملازمت اور عہدہ ومنصب نہیں دیتے اور دوسری طرف عربوں کے ذہن وفکر میں یہ بات مستحضر کر دی گئی کہ تمہیں ترکوں کے ماتحت رہنا مناسب نہیں کیوں کہ ملک تمہارا ہے ان کو تو تمہارے ماتحت رہنا چاہیے اس کے نتیجے میں دونوں کے درمیان منافرت پیدا ہو گئی ادھر عرب لیگ قائم ہو گئی اور ادھر مصطفی کمال پاشا کھڑا ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ میں خلافت کو قائم نہیں رہنے دوں گا چناں چہ اس نے عربی زبان میں اذان دینے سے منع

کر دیا اور عربی لباس پہننا ممنوع قرار دے دیا اس لڑائی کے نتیجے میں مسلمانوں کی متحدہ قوت پارہ پارہ ہوگئی اس بات کو ڈاکٹر اقبال نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

دشمنوں نے ”آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے مقولہ پر عمل کر کے مسلمانوں کے اتحادی طاقت وقوت کا شیرازہ بکھیر دیا اور وہیں سے مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا اگر ہم اپنا کھویا ہوا وقار پھر دوبارہ بحال کرنا چاہتے ہیں تو عصبیت جیسے ناسور سے ہمیں دور رہنا ہوگا کیوں کہ اتحاد کو کمزور کرنے میں عصبیت کا بڑا دخل ہے اس لیے سورۂ حجرات میں ہمیں اس سے دور رہنے کی تاکید کی گئی لیکن آج ہم عصبیت کے سب سے زیادہ شکار ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب انتخابات ہوتے ہیں تو ووٹ کس بنیاد پر دیے جاتے ہیں کیا کوئی یہ دیکھتا ہے کہ کونسا آدمی کردار کے اعتبار سے بہتر ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہماری برادری کا کون ہے آج عموماً ووٹ برادریوں کی بنیاد پر ڈالے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اگر آج ہم معاشرے کو فساد و اختلاف سے بچانے کا جذبہ رکھتے ہیں تو ہمارے لیے لازم وضروری ہے کہ ہم سورۂ حجرات میں بیان کیے گئے اصول پر عمل پیرا ہو جائیں اور جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے پہلے خود بچیں اور دوسرں کو بچانے کی سعی بلیغ کریں۔ تاکہ ہمارا معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بنا رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان اصولوں پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

محمد اصغر علی مصباحی
دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، بھدرک، اڑیسہ

ھٰذا من فضل ربی

پتھر سے ٹکراتے رہے

معین الدین جامی

تم عصائے موسیٰ بن کر نگل جاتے رہے
اژدہے باطل پرستوں کے جو لہراتے رہے

قصر نجدی میں رضا کے گیت یہ گاتے رہے
اور شیشہ ہو کے بھی پتھر سے ٹکراتے رہے

قطرۂ عشق و وفا رخ پر ترے بعد وصال
زندۂ جاوید ہونے کی قسم کھاتے رہے

تو خدا کے خوف سے ڈرتا تھا کتنا اے حبیب
ہاتھ وقت مرگ تیرے ڈر سے تھراتے رہے

کیوں نہ ڈرتی نجد کی صیہونیت تم سے حبیب
اس صدی کے تم صلاح الدین کہلاتے رہے

جشن صد سالہ کی برکت قبر پہ ہو شمسؔ کی
جو یہاں کے شاعر دربار کہلاتے رہے

میرے آقا کے پسینے کا تو دیکھو معجزہ
چند قطرے بھی کئی نسلوں کو مہکاتے رہے

حوصلہ، ہمت، جوانمردی انہیں سے مانگ لے
''بحر ہستی میں جو طوفانوں سے ٹکراتے رہے''

خوبئ تقدیر میں جامیؔ سے وہ پتھر بھلے
نقش پائے سرور کونین جو پاتے رہے

حلیم حاذقؔ ہوڑہ

جو زمیں پہ چمکے بلال ہے

یہ سوال کیسا سوال ہے کہ سوال ہی سے سوال ہے
کوئی مصطفیٰ کی مثال ہو یہ محال تھا یہ محال ہے

مرے مصطفیٰ کے جمال کا یہ ہے آئینہ ترے سامنے
جو فلک پہ چمکے ہلال ہے جو زمیں پہ چمکے بلال ہے

وہی آفتاب کو پھیر دے وہی ماہتاب کو چیر دے
میاں دست پاک کی بات کیا یہ تو انگلیوں کا کمال ہے

وہ طمانچے کھائے تو اس لئے کہ رسول پوچھیں گے حشر میں
اے حبیب رحماں بتا ذرا ترا چہرہ کیسے یہ لال ہے

وہی دیں حق کا ہے راہبر نہیں جس کے پاس اگر مگر
ہے رضا کا سینہ وہ آئینہ کبھی تیغ ہے کبھی ڈھال ہے

وہ نماز کیسی نماز ہے جہاں گاؤ خر کا ہو سامنا
نہ خیال آئے رسول کا ترا کتنا گھٹیا خیال ہے

کبھی سر بسجدہ قلم ہوا تو جبین فکر دمک اٹھی
لکھے نعت سرور انبیا بھلا کسی میں اتنی مجال ہے

جو خیال عشق رسول میں اے حلیمؔ مجھ کو عطا ہوا
اسے نعت پاک میں لکھ دیا یہی میرا حسن خیال ہے

دارالعلوم مجاہد ملت

گلشن حبیب دارالعلوم مجاہد ملت امام التارکین، سراج السالکین حضرت العلام الشاہ محمد حبیب الرحمٰن القادری العباسی علیہ الرحمہ والرضوان کے خوابوں کی حسین تعبیر ہے، جو دھام نگر شریف ضلع بھدرک، اڑیسہ میں واقع ہے۔ یہ بلا شبہ مسلمانان اڑیسہ کا ایک دینی مرکزی ادارہ ہے، جو علوم دینیہ کی نشر و اشاعت، قرآنی احکام اور احادیث نبویہ کی تبلیغ و ترویج، نونہالان قوم کی تعلیم و تربیت، اسلامی تہذیب و تمدن اور دینی افکار و نظریات کے فروغ و ارتقا میں شب و روز کوشاں ہے۔

فی الوقت نواسۂ حضور مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج سید غلام محمد حبیبی صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے اس کی تعمیر و ترقی میں شب و روز مصروف و منہمک ہیں۔ آپ اس دینی مرکز کو فروغ دینے میں مخلصانہ تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

رئیس الاساتذہ حضرت علامہ مولانا الحاج محمد نوشاد عالم مصباحی
پرنسپل دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، بھدرک